بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ | دسمبر ۲۰۱۴ء | جلد نمبر ۳۸ شمارہ ۱۲

مجلس ادارت

مدیرِ اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر   15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org   E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ — سید عبداللہ شاہ غازی قدس سرہ — مبارک حسین مصباحی (۳)

فقہیات

آپ کے مسائل — کیا فرماتے ہیں....؟ — مفتی محمد نظام الدین رضوی (۱۰)

نظریات

فکر امروز — اعتدال پسندی کا اسلامی تصور اور جدید داعیانِ اسلام — غلام رسول دہلوی (۱۲)

اسلامیات

شعاعیں — محسنِ انسانیت اور ان کے اخلاقی اثرات — محمد عارف حسین مصباحی (۱۷)

تجزیہ — صحابیِ رسول امیر معاویہ سے نفرت کیوں — محمد عارف حسین بہرائچی (۲۰)

تاریخیات

تاریخی تحقیق — بنگال اور اسلام (آخری قسط) — مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی (۲۲)

شخصیات

انوارِ بصیرت — تفسیر نگاری میں امام احمد رضا کا مقامِ امتیاز — محمد عطاء النبی حسینی مصباحی (۲۷)

بزمِ دانش

فکر ونظر — لو جہاد: حقیقت کیا ہے؟ — احمد جاوید/صادق رضا مصباحی/مولانا محمد عرفان قادری/محمد عابد چشتی (۳۵)

ادبیات

گوشۂ ادب — تحریر-کیا، کیوں اور کیسے — محمد آصف اقبال (۴۲)

نقد ونظر — وہابی دھرم کی حقیقت/ فیضانِ صادق — مبصر: محمد طفیل احمد مصباحی (۴۴)

آئینۂ کتب — کتبِ موصولہ — ادارہ (۴۶)

خیابانِ حرم — نعت ومنقبت — سید نور الحسن نور فتح پوری/علی احمد سیوانی (۴۷)

مکتوبات

صدائے بازگشت — محمد اختر علی واجد القادری/ بدر عالم اعظمی/ ابو التمش اعظمی/ عبد المجید فیضی (۴۸)

سرگرمیاں

جماعتی سرگرمیاں — بدایوں میں عرسِ قادری مجیدی/کربلا کا پیغام اکیسویں صدی کے نام (۵۱)

خیر وخبر — مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کا یوم تاسیس/عرسِ مفتیِ اعظم راجستھان/شاہ ثقلین اکیڈمی کے زیرِ اہتمام اجتماعی شادیاں/علی نگر مبارک پور میں ذکرِ شہدائے کربلا (۵۳)

اداریہ

کلفٹن کراچی میں نیلوفر طوفان سے بچانے والے

سید عبداللہ شاہ غازی قدس سرہ

طوفان کی زد میں کراچی، سندھ اور انڈیا میں گجرات اور دیگر ساحلی علاقے

مبارک حسین مصباحی

۲۸؍اکتوبر ۲۰۱۴ء کو سندھ اسمبلی میں نیلوفر طوفان کے تعلق سے ایک ایم ایل اے خاتون نے آواز بلند کی کہ ہمیں قوم نے منتخب کیا ہے، اس لیے ایوان کے نمائندگان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نیلوفر طوفان کے تعلق سے مکمل تیاری کریں اور سندھ اور کراچی کے لوگوں کی حفاظت کا معقول بندوبست کریں اور اربوں روپے کے مال واسباب کی حفاظت کا انتظام کریں۔ ابھی ایم ایل اے موصوفہ اپنی بات کہہ رہی تھیں کہ اسمبلی کے اسپیکر آغا سراج درّانی نے اپنے پرزور انداز میں فرمایا: میڈم! آپ بالکل مطمئن رہیں، کراچی کے ساحل پر مشہور بزرگ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ کا مزار مقدس ہے، وہ اس سے پہلے بھی طوفانوں کو ناکام بنا چکے ہیں اور انشاءاللہ اس بار بھی ”نیلوفر طوفان“ سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں گے۔

نیلوفر طوفان کی خبر ایک ہفتہ پہلے ہی سے ہندو پاک میں گرم تھی، اس طوفان کا اثر پاکستان میں کراچی، سندھ اور بلوچستان میں ظاہر ہوتا، اسی کے ساتھ انڈیا میں گجرات اور قریبی ساحلی علاقوں میں ظاہر ہوتا۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پورے شد و مد کے ساتھ خبریں عام کر رہا تھا۔ عام طور پر حکومتیں اس سے بچنے اور بچانے کی تدبیریں بھی کر رہی تھیں اور انڈیا میں تو بڑی حد تک تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں

پاکستان میں نیلوفر طوفان کی خبریں: نیلوفر طوفان بحیرۂ عرب میں تیار ہوا اور شدت کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ پاکستان میں خبر گرم تھی کہ طوفان کا نشانہ کراچی، سندھ اور بلوچستان پہلے بنے گا اور پھر انڈیا میں گجرات، ایم پی اور اڑیسہ کے ساحلی علاقوں میں تباہی مچائے گا۔

یہ تو آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ سندھ اسمبلی میں طوفان کے تعلق سے بات آئی اور اسمبلی کے اسپیکر نے مسلمانوں کے عظیم بزرگ حضرت سید عبداللہ شاہ غازی قدس سرہ کے حوالے سے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ حضرت نے آج تک کراچی کو طوفانوں سے محفوظ رکھا ہے، وہ اس بار بھی بچائیں گے۔ سندھ اسمبلی کے ارکان نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا کہ فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ والرضوان کے شہر کو سب سے بڑا خطرہ ہے، حضرت عبداللہ شاہ غازی ہی شہر کو بچا سکتے ہیں تو اسی کے ساتھ ہم پورے صوبے کو بچانے کی بھی درخواست کرتے ہیں۔ جاری رپورٹ کے مطابق سندھ حکومت نے کہا کہ سب ہی مقدس مقامات اس قدرتی آفات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اسے روک سکتے ہیں۔ سندھ اسمبلی کے اسپیکر جناب آغا سراج درانی نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ مشہور تابعی بزرگ سید عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ کے مقدس مزار پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کے بعد عرض کیا: حضور آپ کراچی کے ساتھ پورے صوبے کو بھی بچا لیں۔ اسپیکر کے ساتھ کافی تعداد میں عقیدت مندوں نے حاضری دی۔

اس وقت جب سمندری طوفان نیلوفر کراچی کی ساحلی پٹی سے چند سو کلومیٹر دور دھاڑ رہا تھا عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے قریب سکون کا احساس واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا تھا۔

زائرین موج در موج مزار میں داخل ہو رہے تھے اور سندھ کی صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (پی ڈی ایم اے) کے فوری انخلاء اور دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی دھجیاں بکھیر رہے تھے۔

طوفان کے آگے بڑھنے کے مقام کی ہر گھنٹے سامنے آنے والی نیوز اپ ڈیٹس کو بابا غازی کے مریدوں کی جانب سے مکمل طور پر مسترد کیا جا رہا تھا۔

زیارت کے لیے آنے والی ایک خاتون نائلہ خان کے مطابق "میں یہاں گزشتہ بائیس سال سے آ رہی ہوں اور میرے والدین اس سے بھی پہلے سے یہاں آ رہے ہیں، بابا کی موجودگی سمندر کو واپس جانے پر مجبور کر دے گی، ایسا کوئی امکان نہیں کہ طوفان ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے"۔

ایک عقیدت مند فضل صدیقی کہتے ہیں: ”میں یہاں گزشتہ تیس سال سے ہوں، کوئی آندھی، طوفان اس مقام سے ٹکرا نہیں سکتا، میں اس

مقام سے نہیں ہٹ سکتا، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ یہاں ہماری حفاظت اللہ اور بابا کریں گے۔

لیاری سے تعلق رکھنے والے ایک عقیدت مند ساٹھ سالہ رشید خان کا کہنا تھا "جب بھی شاہ غازی بلائیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے، کچھ برس قبل ایک طوفان سے مزار کے قریب کی ایک دیوار کو نقصان بھی پہنچا مگر ہم ہمیشہ کی طرح محفوظ رہے"۔

زائرین پُرجوش انداز میں سیڑھیوں کی طویل قطار چڑھ کر اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے۔ اس چیمبر کے اندر کی فضا اگربتیوں کے گاڑھے دھویں سے مہک رہی ہوتی ہے جب کہ انتہائی سکوت طاری ہوتا ہے جو اکثر انتہائی دھیمے انداز میں منتیں مانگنے سے ٹوٹ جاتا ہے، یہاں مزار کی ریلنگ کو چھونے کے بعد فاتحہ پڑھنے والوں کے چہروں پر سکون کو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

پنجاب سے آنے والے ایک عقیدت مند محمد طارق کا کہنا تھا "جب بھی میں کراچی آتا ہوں تو میں بابا غازی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے مزار پر آنا یقینی بناتا ہوں، یہاں سمندری طوفان کے آنے کا کافی شور مچا ہوا ہے مگر بابا کسی بھی طاقتور سمندر کو پیچھے دھکیل سکتے ہیں، تو یہ طوفان کیا چیز ہے؟ یہ سمندر یقیناً بابا کے حکم سے کراچی سے دور ہٹ جائے گا، میں اس پر اس لیے یقین رکھتا ہوں کیونکہ میں نے خود ایسی چیزیں دیکھی ہیں"۔

عبداللہ شاہ غازی کراچی کی درگاہ کے سرپرست صوفی بزرگ تصور کیے جاتے ہیں ان کے مرید اس بات پر مکمل یقین رکھتے ہیں کہ بزرگ کے تحفظ میں ہونے کی وجہ سے اس شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے۔

ایک اور عقیدت مند علی شاہ کہتے ہیں: میں اللہ کی عظمت پر یقین رکھتا ہوں مگر یقیناً اللہ کے خاص بندے جیسے عبداللہ شاہ غازی کی دعائیں آفات پر اثر انداز ہو کر ان کا رخ بدل دیتی ہیں۔

متعدّد افراد کی رائے ہے کہ صوفی بزرگ کی اصل طاقت ابھی تک کھل کر سامنے نہیں آسکی ہے، شاہ غازی کے مریدوں میں نسل در نسل منتقل ہونے والی روایات کے مطابق جب اس مزار کو تعمیر کیا جا رہا تھا تو اس علاقے میں صرف کھارا پانی ہی ملتا تھا، بابا کے ماننے والوں کو پینے کے صاف پانی تک رسائی نہ ہونے پر تشویش تھی مگر پھر اچانک ہی مزار کے پیچھے سے پینے کے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، بزرگ کے عقیدت مندوں کا دعویٰ ہے کہ اس روز سے آج تک موجود اس چشمے کا پانی مسیحائی کی طاقت بھی رکھتا ہے۔

مزار کے متولی اکرم کے مطابق 'یہاں کا پانی مکمل کھارا تھا اور مقامی افراد اسے پی نہیں سکتے تھے مگر پھر ایک دن عبداللہ شاہ غازی نے اللہ سے دعا کی اور یہاں تازہ پانی کا چشمہ بہنے لگا اور اب تک بہہ رہا ہے، کسی کو نہیں معلوم کہ اس میں پانی کہاں سے آرہا ہے"۔

پنو خان کہتے ہیں: عبداللہ شاہ غازی نہ تو وزیر ہیں اور نہ ہی کوئی گورنر، پھر بھی لوگ ان کے پاس آتے ہیں تو یقیناً انھیں یہاں کچھ نہ کچھ ملتا ہی ہوگا۔

ایک شخص جس نے خود کو ملنگ قرار دیا، کا دعویٰ تھا کہ اس نے اپنی پوری زندگی مزار پر گزاری ہے۔ اس کا کہنا تھا "نیلوفر طوفان ٹکرائے گا یا نہیں میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر دنیا بھر کے تمام طوفان بھی میرے ارگرد دھاڑ رہے ہوں تو بھی میں سکون محسوس کروں گا کیونکہ میں اس مزار کے اندر موجود ہوں"۔

اس وقت جب مقامی انتظامیہ کراچی کے رہائشیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کی کوشش کر رہی ہے عبداللہ شاہ غازی کے مرید اپنے تحفظ پر فرحت و مسرت کے ساتھ سجدۂ شکر ادا کر رہے ہیں۔

کراچی میں ہر طرف اگر کسی کا نام زبان زدعام ہے تو وہ نیلوفر کا نام ہے، جو کسی سپر اسٹار کا نام نہیں بلکہ یہ اُس طوفان کا نام ہے جس سے تباہی اور بربادی کے وسیع امکانات جُڑے ہیں مگر کراچی میں ایسے لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے، جنہیں یقین ہے کہ یہ طوفان کراچی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ کراچی کے ساحل پر عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے، جس کے ہوتے ہوئے کوئی طوفان کراچی کا رخ نہیں کرے گا۔

روایت کے مطابق کئی صدی پہلے ساحل سمندر پر واقع کراچی کو طوفانی ہواؤں اور بادو باراں نے گھیر لیا تھا، تبھی اسی وقت عبداللہ شاہ غازی نے پہاڑی پر کھڑے ہو کر کہا رک جاؤ اور طوفان رک گیا۔

کراچی کے بیشتر شہری سمجھتے ہیں کہ وہ دن ہے اور آج کا دن طوفان کراچی کا رخ نہیں کرتا، اس روایت کی حقیقت کیا ہے یہ تو کوئی تاریخ دان ہی بتا سکتا ہے مگر تاریخی حقائق کے مطابق سال انیس سو دو، انیس سو سات، انیس سو چوالیس، اور انیس سو پچاسی میں طوفانوں نے کراچی آتے آتے اپنا

رخ تبدیل کر لیا تھا۔ پھر سال دو ہزار نو میں سائیکلون فائین اور سال دو ہزار دس سائیکلون فیٹ نے بھی کراچی کے قریب آکر اپنا رخ موڑ لیا تھا، کراچی والوں کو اب بھی امید ہے کہ بزرگوں کی دعاؤں سے کراچی نیلوفر سے ایک بار پھر بچ جائے گا۔

حضرت سید عبداللہ شاہ غازی سندھ، پاکستان کے نہایت معروف و برگزیدہ ولی اللہ مانے جاتے ہیں۔ آپ کا مزار کلفٹن، کراچی میں واقع ہے۔

ہندوستان میں نیلوفر کے خطرات اور میڈیا کا اضطراب:

پاکستان سے کہیں زیادہ خوف و خطرہ ہندوستان میں تھا، اس دہشت ناک نیلوفر طوفان کے خطرات سے اپنے ملک کو بچانے کے لیے مرکزی اور صوبائی حکومتیں پورے طور پر مستعد تھیں۔ میڈیا بھی مسلسل طوفان کے خطرات سے آگاہ کر رہا تھا۔ عام طور پر ساحلی علاقوں کے باشندوں میں دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ ہم ذیل میں الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا سے ماخوذ چند خبروں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ دراصل بی بی سی لندن نے بھی اس خطرناک خبر پر خصوصی توجہ دی اور وسعت بھر اس خبر کو دنیا بھر میں پھیلایا۔ اسی طرح ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی اس خبر کو دنیا کے ہر گوشے تک پہنچایا۔

۲۷/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو OHC India میں یہ خبر شائع ہوئی کہ یہ طوفان ہدہد کی طرح تباہی مچا سکتا ہے۔ نیلوفر طوفان کے چلتے ساحلی علاقوں میں آئندہ ۲۴/ گھنٹوں میں بھاری بارش ہو سکتی ہے۔ ۲۸/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو امر اجالا ہندی میں یہ خبر شائع ہوئی کہ عرب سمندر میں اٹھا نیلوفر طوفان اور زیادہ خطرناک ہو گیا ہے۔ نیلوفر طوفان کے چلتے علاقے میں بھاری بارش ہو سکتی ہے، اس لیے ساحلوں پر الرٹ نافذ کر دیا گیا ہے۔ وہیں مرکزی حکومت نے صوبائی حکومتوں کو ہر طرح کی یقین دہانی کرائی ہے۔

موسمی شعبے کا کہنا تھا کہ نیلوفر طوفان اب بے حد خطرناک چکراوتی طوفان میں تبدیل ہو گیا ہے، اس طوفان کے دوران کچھ اور سوراشٹر میں بھاری بارش کا امکان ظاہر کیا گیا ہے۔ آفیسروں کا کہنا ہے کہ گجرات حکومت نے چکروات سے پیدا ہونے والے تمام مسائل حل کر لیے ہیں۔ نیلوفر سے پہلے آندھرا پردیش اور اڑیسہ میں ہدہد طوفان آیا تھا جس سے بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی۔

۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو انگریزی اخبار انڈیا ٹوڈے India Today میں یہ خبر چھپی:

این ڈی آر اے NDRA نے جمعہ کو گجرات کے ساحل کو نیلوفر طوفان نشانہ بنائے گا۔ سمندری طوفان نیلوفر کی اثر انگیزی کو کم کرنے کے کے فعال اقدامات کے طور پر کشتیوں اور دیگر امدادی سامانوں کے ساتھ بچاؤ کا نظم کیا گیا ہے۔ نیز امدادی ٹیموں کو تعینات کیا گیا ہے۔ ۱۵۵۰ امدادی کارکنوں پر مشتمل ٹیمیں گاندھی دھام، دوارکا، پوربندر، جوناگڑھ، ویراول، راج کوٹ، وڈودرا، سورت، کچھ، اور بھروچ میں تعینات کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ دو مزید ٹیمیں جودھ پور راجستھان میں تعینات کی گئی ہیں۔

عبداللہ شاہ غازی کی کرامت سے نیلوفر طوفان اچانک تحلیل ہو گیا:

اس طوفان کا نام نیلوفر پاکستان نے رکھا تھا۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ مؤنث نام کے طوفان مذکر نام کے طوفانوں سے زیادہ دہشت ناک اور خطرناک ہوتے ہیں۔ سندھ اسمبلی کے اسپیکر نے اپنی خوش عقیدگی اور ایک ولی کامل حضرت سید عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمۃ سے جس توقع کا اظہار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دیا۔ نیلوفر طوفان حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کے مزار اقدس سے دو سو پچاس کلومیٹر دور سمندر میں تحلیل ہو گیا۔ یہ ایک ولی کامل اور شہزادۂ رسول ﷺ کی زندہ کرامت تھی۔ واضح رہے کہ اس لختِ جگرِ مصطفیٰ کی یہ پہلی کرامت نہیں بلکہ اس قسم کے بے شمار مواقع آئے مگر کراچی کو کسی سمندری طوفان سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ دراصل حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کے عہدِ حیات میں ایک بار طوفان آیا تھا، آپ نے پہاڑ پر ہاتھ ہلا کر ارشاد فرمایا، ٹھہر جا، تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، طوفان کراچی میں داخل نہیں ہوا۔

اس سلسلے میں حیرت و مسرت کی بات یہ ہے کہ سندھ اور کراچی میں عام طور پر لوگوں میں خوف و دہشت کے آثار نہیں تھے، بلکہ طوفان کے ٹکرانے کی جگہ پر بار بار جا رہے تھے، جیسے جیسے طوفان کے ٹکرانے کی تاریخ قریب آ رہی تھی، صاحبِ مزار کے شیدائیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ حالاں کہ ان دنوں کراچی میں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی، مگر ہجومِ شوق میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ ان اہلِ سنت و جماعت کے لاکھوں افراد کا بس ایک ہی نعرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت غازی بابا کے صدقے نیلوفر طوفان کو رد فرما دے گا۔ حکومتی کارندے جب ان حضرات سے دریافت کرتے کہ آپ لوگ یہاں اتنی بڑی تعداد میں کیوں آ رہے ہیں تو ان کا بس ایک ہی جواب تھا کہ ہم حضرت عبداللہ شاہ غازی بابا کی کرامت دیکھنے آ رہے ہیں۔

۱۳؍ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو راجستھان پتریکا میں خبر شائع ہوئی کہ "نیلوفر طوفان کمزور پڑ گیا ہے اور یہ گجرات پہنچ گیا ہے، اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، یہ بے اثر ہے۔" اسی طرح انٹرنیٹ پر یہ خبریں مسلسل آنے لگی تھیں کہ.........

۱۳؍ اکتوبر ر سمندری نیلوفر طوفان کی شدت میں کمی آنا شروع۔

۱۳؍ اکتوبر۔ سمندری طوفان کی شدت میں کمی ہوگئی۔

۱۳؍ اکتوبر۔ ساحلِ سمندر پر زبردست زائرین کی بھیڑ امنڈ پڑی۔

۱۳؍ اکتوبر۔ کراچی کا ساحل کافی خوش گوار ہوگیا۔

یکم نومبر ۲۰۱۴ء کو رفتار ہندی میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی کہ بحیرۂ عرب میں دباؤ کم زور ہو کر مکمل طور پر کم دباؤ میں شامل ہوگیا ہے، اس سے گجرات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور ساتھ ہی نیلوفر کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ اسی طرح کی خبریں آنے لگیں کہ نیلوفر طوفان کمزور پڑ گیا اور اس سے لوگوں کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسپیکر سندھ اسمبلی آغا سراج درانی نے جمعرات کو کلفٹن میں حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر حاضری دینے کے بعد میڈیا سے بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ صوفیوں کی سرزمین ہے۔ میں نے کہا تھا کہ کراچی کے ساحل پر حضرت عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے ان کی روحانیت کی وجہ سے کراچی کے ساحل سے کبھی طوفان نہیں ٹکرایا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ نیلوفر طوفان کا خطرہ بھی اللہ کی رحمت اور حضرت عبداللہ شاہ غازی کی دعاؤں کے سبب ٹل گیا ہے۔ ہمیں اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہئے، میں نے اسمبلی میں نیلوفر طوفان کے حوالے سے خطرہ ٹلنے سے قبل یہ بیان دیا تھا کہ موجودہ طوفان سے کراچی کو کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں حضرت عبداللہ شاہ غازی کا مزار ہے تو لوگوں نے میری باتوں کا مذاق اڑایا، اب طوفان کا خطرہ ٹل گیا ہے اور مذاق اڑانے والوں کے منہ بند ہوگئے ہیں۔

نیلوفر طوفان سے بچانے والے سید عبد اللہ شاہ غازی

مولانا سید محمد جمال الدین کاظمی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب "گلِ گلستانِ اہلِ بیت حضرت عبد اللہ الاشتر بن سیدنا محمد المہدی نفس زکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما" میں لکھتے ہیں:

"کراچی کی مشہور ساحلی سیر گاہ کلفٹن کی ایک پہاڑی پر سید السادات جگر گوشۂ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدث وفقیہ شہنشاہِ ولایت وکرامت، حسن وجمالِ تاجِ اہلِ بیت، گلِ گلستانِ سیدنا محمد مہدی نفس زکتیہ، راحتِ قلوب مومنین، سید جوادین، سند ابرار و متقیین، قائد الصابرین والعابدین والاشجعین والشہداوالصالحین والمہاجرین حضرت سیدنا و مولانا عبد اللہ الاشتر ابن سیدنا محمد مہدی نفس زکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کا مزار مقدس کلفٹن کی اکلوتی پہاڑی پر جاہ و جلال، شرف و کمال اور رحمتِ الٰہی کی تصویر بن کر رحمتوں اور برکتوں سے خلقِ خدا کو مستفیض کر رہا ہے۔ پورے کلفٹن کے علاقے میں آپ کے روضہ کا گنبد یوں نظر آتا ہے جیسے سورج نصف النہار کے وقت تاباں و درخشاں ہوتا ہے، جہاں دیکھو فرزندِ نواسۂ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ دل کو کھینچ رہا ہوتا ہے۔

روزانہ ہزاروں زائرین جو روضۂ مبارک کو جانے والی دو رویہ سیڑھیوں پر لائن ٹوٹنے نہیں دیتے بلکہ گروہ در گروہ اتنے لوگوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے کہ ہر وقت جم غفیر روضۂ مبارک پر موجود ہوتا ہے بالخصوص جمعرات اور جمعہ کے دن تو دربار کے وسیع و عریض علاقہ میں زائرین کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے۔ نذر و نیاز کا سلسلہ بھی عروج پر ہوتا ہے۔ لنگر سے تبرک حاصل کرنے والے فقرا و مساکین غولوں کی صورت میں موجود ہوتے ہیں، بلکہ سیکڑوں ایسے پیشہ ور لوگ آپ کے دربار کے قرب وجوار میں آباد ہوگئے ہیں۔ ہر روز انھیں اتنا مل جاتا ہے کہ صرف ان کی کھانے کی ضرورت ہی پوری نہیں ہوتی، بلکہ بہت زائد جمع کر لیتے ہیں، جس سے وہ مزید مفادات حاصل کرتے ہیں۔

روضۂ انور پر خلقِ خدا کا ہجوم سیجعل لھم الرحمٰن ودا کا صاف بلاریب منظر قلب ونظر کو دعوت نظارہ دے رہا ہوتا ہے۔

صاحبِ مزار کے جود و سخا اور فیضان کی بہاریں جوبن پر ہوتی ہیں، ظاہری اور باطنی خوشبوؤں سے مہکتا ہوا ماحول آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

طبعی نظافت ونفاست اور محبت کی غمازی کر رہا ہوتا ہے۔

روضۂ مبارک کی سمندر کی جانب کی کھڑکیوں کے سامنے کھڑا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہوا کا ہر آنے والا جھونکا مدینۃ الرسول سے آرہا ہے اور گنبدِ خضرا کہہ رہا ہے کہ باغِ رسالت کا یہ دل آویز پھول کتنا خوشبو آفریں ہے۔" (گلِ گلستان اہلِ بیت، ص:۶،۷، ناشر تحریک اسلامی انقلاب، کراچی)

ولادت: آپ مدینہ منورہ میں ۹۸ھ میں حضرت سید محمد نفس ذکیہ کے ہاں پیدا ہوئے، آپ حسنی حسینی سید ہیں۔

شجرہ نسب: آپ ہیں سید ابو محمد عبداللہ شاہ الاشتر بن سید محمد المہدی ذوالنفس الزکیہ بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم۔ حضرت سیدنا حسن مثنیٰ کی شادی حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی، اسی وجہ سے آپ حسنی حسینی سید ہیں۔

تعلیم: آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے والد ماجد کے زیرِ سایہ مدینہ منورہ میں ہی ہوئی۔ آپ علمِ حدیث پر عبور رکھتے تھے۔ مورخین نے تو آپ کو محدث وفقیہ بھی لکھا ہے۔

سندھ آمد: ۱۳۸ھ میں آپ کے والدِ گرامی نے مدینہ منورہ سے علوی حکومت کی تحریک شروع کی اور اپنے بھائی حضرت ابراہیم بن عبداللہ کو اس مقصد کے لیے بصرہ روانہ کیا۔ اس زمانے میں سادات کے ساتھ انتہائی ظلم وستم کیا گیا تھا۔ اس ظلم کے کئی واقعات معروف ہیں، حضرت بن ابراہیم کا واقعہ خاص طور پر مشہور ہے جب آپ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ دیوار میں زندہ چن دیا گیا۔ یہ دیوار آج بھی بغداد میں مشہور ہے۔ حضرت بن ابراہیم انتہائی وجیہ اور حسین وجمیل تھے جس کی وجہ سے آپ کا لقب "دیباج" مشہور ہوا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد گرامی نے آپ کو اپنے بھائی حضرت ابراہیم کے پاس بصرہ بھیجا اور آپ وہاں سے ہوتے ہوئے سندھ کی جانب روانہ ہوئے۔ ابنِ کثیر نے تاریخ الکامل جلد پنجم میں لکھا ہے کہ آپ خلیفہ منصور کے دور میں سندھ تشریف لائے۔

آپ کی سندھ آمد کے ضمن میں دو قسم کے بیان تاریخ سے ثابت ہیں۔ ایک یہ کہ آپ تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے تھے اور دوسرے یہ کہ آپ امورِ خلافت کے نقیب کی حیثیت سے تاجر کے روپ میں آئے تھے۔ تاجر اس لیے کہا گیا کہ آپ جب سندھ آئے تو اپنے ساتھ بہت سے گھوڑے بھی لائے تھے۔ آپ نے یہ گھوڑے اپنے کم وبیش بیس مریدوں کے ہم راہ کوفہ سے خریدے تھے۔ آپ کی آمد پر یہاں کے مقامی لوگوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور سادات کی ایک شخصیت کو اپنے درمیان پاکر بہت عزت واحترام کا اظہار کیا۔ آپ بارہ برس تک اسلام کی تبلیغ میں سرگرداں رہے اور مقامی آبادی کے سیکڑوں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

آپ سے ایک زمانہ عرصۂ دراز سے فیوض وبرکات حاصل کر رہا ہے۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ شہادت ان کے آباواجداد میں چلی آرہی ہے۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سندھ قیام کے دوران گورنر سندھ کو خبر آئی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد نے مدینہ منورہ میں اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم نے بصرہ میں عباسی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ ۱۴۵ھ میں یہ اطلاع آئی کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید محمد مہدی نفس ذکیہ مدینہ منورہ میں ۱۵؍ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو اور اسی سال آپ کے چچا حضرت ابراہیم بن عبداللہ ۲۵؍ ذی قعدہ (۱۴؍ فروری ۷۶۳ء) کو بصرہ میں شہید کر دیے گئے۔

گورنر سندھ کی بیعت اور آپ کی تعظیم: حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عباسی حکومت کے مرکز (حاکم منصور) سے آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی صادر ہوئے۔ مگر آپ کے حصے میں میدان جنگ میں شہادت لکھی تھی لہٰذا آپ کی گرفتاری تو عمل میں نہیں آسکی۔ حضرت حفص بن عمر گورنر سندھ آپ کی گرفتاری کے معاملے کو مسلسل ٹالتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کچھ وقت گزر جائے گا اور منصور حضرت غازی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گرفتاری کے معاملے کو بھول جائے گا، مگر جو لوگ اقتدار سے لگاؤ رکھتے ہیں وہ کسی طرح کا خطرہ مول نہیں لیتے، بلکہ چھوٹے سے چھوٹے خطرے کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے منصور کے دل سے عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گرفتاری کا خیال ماند نہ پڑ سکا۔ حالاں کہ گورنر سندھ حضرت حفص بن عمر نے اہلِ بیت سے محبت کے جذبے کے تحت یہ بھی کہا کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میری مملکت کی حدود میں نہیں ہیں، لیکن منصور کو اس پر بھی اطمینان نہیں ہوا۔

ساحلی ریاست میں آمد: گورنر سندھ حضرت حفص نے اپنی محبت، عقیدت اور سادات سے لگاؤ اور بیعت کر لینے کے بعد آپ کو بہ حفاظت ایک ساحلی ریاست میں بھیج کر وہاں کے راجہ کا مہمان بنایا۔ یہ راجہ اسلامی حکومت کا اطاعت گزار تھا۔ اس نے آپ کی آمد پر آپ کو خوش آمدید کہا اور انتہائی عزت اور قدر و منزلت سے رکھا۔ آپ چار سال یہاں ان کے مہمان رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے پہلے کی طرح اسلام کی تبلیغ جاری رکھی اور سیکڑوں لوگوں کو اسلام سے روشناس کرایا۔ کثیر لوگ آپ کے مرید ہو کر آپ کے ساتھ ہو گئے۔

حضرت باباعبداللہ شاہ الاشتر (غازی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت:

حضرت مولانا سید جمال الدین کاظمی لکھتے ہیں:

”منصور کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ سخت برہم ہوا اور اسی وقت عمرو بن حفص کی معزولی کا حکم نامہ روانہ کر دیا، مگر یہ فکر دامن گیر رہی کہ سندھ کی گورنری کس کو دی جائے۔ ایک روز ہشام بن عمرو تغلبی منصور کے ساتھ سوار جا رہا تھا اس کو محل سرائے شاہی تک پہنچا کر اپنے مکان پر آیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر منصور کے پاس پہنچا اور اپنی بہن کو زوجیت کے لیے پیش کیا۔ منصور نے کہا مجھ کو نکاح کی حاجت نہیں ورنہ تیری بہن کو ضرور قبول کر لیتا، میں تجھے سندھ کا گورنر بناتا ہوں، منصور نے ہشام کو سندھ کی گورنری کی سند دے کر اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ سندھ پہنچ کر تم کو پہلا کام یہ کرنا ہے کہ عبداللہ اشتر کو گرفتار کر کے میری طرف بھیجنا ہے یا اس کا سر مجھے روانہ کرنا ہے اور جس بادشاہ نے حضرت عبداللہ الاشتر کو پناہ دی ہے اس کے ملک پر حملہ کر کے اس کا ملک چھین لینا ہے اور اسے قتل کر دینا ہے۔

ہشام سندھ پہنچ گیا اور گورنری کے فرائض سنبھال لیے، لیکن ہشام اندرونی طور پر محبِ اہلِ بیت تھا اس لیے وہ حضرت عبداللہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا، اسی لیے وہ منصور کو ہمیشہ یہ لکھتا رہا کہ میں بادشاہ کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہوں کہ وہ حضرت عبداللہ کو میرے حوالے کر دے، لیکن منصور کی صرف ایک ہی رٹ تھی کہ حضرت عبداللہ کا مسئلہ جلد سے جلد ختم کیا جائے اور اس میں سستی سے ہرگز کام نہ لیا جائے، اقتدار کا بھوکا منصور بغداد سے تین ہزار میل دور گلشنِ جگر گوشۂ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک کمھلائے ہوئے پھول کو بھی برداشت نہ کر سکا، کیا اسے ہوسِ اقتدار کہا جائے گا یا بغض و عداوت اہلِ بیت کہا جائے گا۔ انسان کا باطن جب تاریک ہو جاتا ہے تو وہ خیر و شر کی تمیز سے عاجز ہو جاتا ہے، ہوسِ اقتدار اسے اپنے اور پرائے کی تمیز سے بے بہرہ کر دیتی ہے۔ کیا ایسے لوگ خلافت کے اہل تھے اور جن لوگوں پر ارض کی وسعتوں کو تنگ کر دیا گیا اور ان کا جینا کسی بھی حال میں دو بھر کر دیا گیا وہ خروج نہ کرتے تو کیا کرتے۔ دوسری طرف حالت یہ تھی کہ حضرت عبداللہ کے دستِ حق پرست پر روزانہ بے شمار لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے۔ قرآن و حدیث کی محفلیں عروج پر تھیں، ذکر و فکر کا بول بالا تھا، اطراف سے آئے ہوئے علما بھی درس و تدریس میں مصروف تھے، نو مسلموں کو ضروریات دین کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ آپ کبھی کبھار چلہ کشی میں مصروف ہو جاتے۔ اس ملک کا بادشاہ جو آپ کا انتہائی معتقد بن چکا تھا اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دے دی تھی، اس کے بطن سے آپ کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا ہو چکا تھا جس کا اسمِ گرامی ابوالحسن محمد الاشتر رکھا گیا تھا۔ ہشام نے حیلوں بہانوں سے ایک سال گزار لیا، لیکن اب منصور کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور وہ ہشام کو حضرت عبداللہ کے قتل کے لیے سخت احکام بھیجنے لگا۔ بالآخر ہشام نے مجبور ہو کر اپنے بدبخت بھائی سفیح کو ایک لشکر دے کر اس مقصد کے لیے روانہ کیا جو اس ملک کے ارد گرد پھیل گیا اور حضرت عبداللہ کے معمولات کی جاسوسی کرنے لگا۔ آپ پر جب کبھی خاندان کی تباہی و بربادی اور نہ ختم ہونے والے مسائل کی وجہ سے غم و اندوہ کے بادل چھا جاتے اور ماضی کی تلخ یادوں کے نقشے آنکھوں میں سما جاتے تھے تو آپ غم کو ہلکا کرنے کے لیے چند ساتھیوں سمیت گھوڑوں پر سوار ہو کر زندگی کی کشمکش سے دور ویرانوں سے گزر کر وادیِ مہران (دریائے سندھ) کے کنارے پہنچ جایا کرتے تھے اور وہاں اہلِ بیت کی دنیا میں بکھرے ہوئے داغوں کو دھونے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ معمول کے مطابق دس نہتے ساتھیوں کے ساتھ وادی مہران کے کنارے پر پہنچے تو پہلے سے گھات میں بیٹھے ہوئے سفیح کے لشکریوں نے یکایک ظاہر ہو کر آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ سفیح نے آپکو گرفتاری دینے کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ گرفتاری کا مطلب بھی موت ہے اور گرفتاری سے انکار بھی موت ہے۔ منصور کے سامنے جا کر مرنے سے یہاں مرنا ہی بہتر ہے۔ سفیح نے لڑائی کا حکم دے دیا سفیح کی فوج کے سرداروں نے سفیح کو کہا کہ تم زیادتی کر رہے ہو تمھارے بھائی ہشام نے تمھیں حضرت عبداللہ کو محض گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا، حالاں کہ قلبی طور پر وہ یہ بھی نہیں چاہتا، لیکن سفیح بدبخت نے ایک نہ مانی اور لڑائی کا آغاز ہو گیا۔ دس نہتے آدمیوں اور مسلح فوج کا کیا مقابلہ تھا، بہر حال آپ کو دس ساتھیوں سمیت شہید کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون اور اس کے بعد سفیح نے آپ کا سرِ مبارک کاٹنے کا حکم دیا لیکن اس کے ساتھی آپ کو شناخت نہ کر سکنے کا بہانہ بنا کر یہ قبیح فعل نہ کیا اور ایک روایت کے مطابق

آپ کے جسدِ انور کو سفیح کے ساتھیوں نے اس خوف سے کہ سفیح آپ کا سر نہ کاٹ دے دریا میں بہا دیا تھا، جسے بعد میں آپ کے معتقدین نے نکال لیا اور اس کے بعد سَفیح نے اس بادشاہ کے ملک پر حملہ کر دیا۔ خوف و ہراس، دار و گیر اور قتل و غارت کی مسموم فضا میں آپ کے مریدین نے راستے کی تاریکی میں آپ کی مانوس و محبوب پہاڑی پر آپ کو دفن کر دیا۔ جنگ کی شدت کے باعث آپ کے معتقدین آپ کے مزار کی سمت بھی صحیح نہ رکھ سکے۔ یوں گلشنِ رسالت کا یہ تابناک پھول بھی خاک و خون کی نذر ہو گیا۔ یہ حادثہ جاں کاہ ۱۵۱ھ میں پیش آیا۔ ہشام نے منصور کو حضرت عبداللہ اشتر کے واقعہ کی اطلاع بھیجی، وہ خوشی سے پھولے نہ سمایا اور ہشام کی بہترین کارکردگی پر اسے تحسین و آفریں کا پیغام بھیجا۔ ہشام نے منصور کو پیغام کے ساتھ حضرت عبداللہ کی بیوی اور چھ ماہ کا بچہ ابوالحسن محمد اشتر بھی بھیجا تھا۔ منصور نے آپ کی بیوی اور بچے کو مدینہ منورہ حضرت عبداللہ کے بھائیوں کے پاس بھیج دیا۔ سفیح نے بادشاہ کو جس نے حضرت عبداللہ کو پناہ دی تھی قتل کر دیا اور اس کا ملک تاخت و تاراج کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ آپ کے صاحب زادے حضرت ابوالحسن محمد اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد کے حالات اور سندھ آنے کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔"

(گلِ گلستانِ اہلِ بیت، ص: ۴۳ تا ۴۶، تحریک اسلامی انقلاب، کراچی)

آپ کے مزار پر آنے والے زائرین میں ہر مذہب کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ زائرین کا کہنا ہے کہ انہیں یہاں آکر دل کو تقویت ملتی ہے اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ حضرت عبدللہ شاہ غازی کی سب سے بڑی کرامت سمندر کے قریب مزار کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ ہے جو آپ کی چلہ گاہ میں بھی موجود ہے۔ لوگ دور دور سے آتے ہیں اور یہ پانی پی کر شفایاب ہوتے ہیں۔

اہلِ دل کہتے ہیں کہ سرزمینِ سندھ اور سرزمینِ کراچی اس بزرگ کی روحانیت کی بدولت کئی سمندری طوفانوں سے محفوظ رہی ہے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس کراچی کے ساحل پر ۲۰/۲۱/۲۲ ذی الحجہ کو بڑے ادب و احترام سے منایا جاتا ہے، عرس کی تقریبات میں کثیر حضرات شرکت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

طوفان آنے سے چند روز قبل پاکستان کے وزیرِ اعظم جناب نواز نواز شریف نے حضرت عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمۃ کی درگاہ کو جدید ترین ٹیکنک سے لیس کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اور اس کے حلقے کو وسیع کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اسی طرح بحریہ ٹاؤن کراچی کے چیرمین نے کراچی کے ساحل پر دنیا کی تیسری سب سے بڑی مسجد بنانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ عبادت گاہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے بعد تیسرے نمبر کی ہوگی۔ اس میں تقریباً ۸/ لاکھ افراد بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ ☆☆☆

(ص: ۲۱/ کا بقیہ) ...... تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے آپس کے معاملے میں ہم ایک دوسرے پر طعن کریں؟ اور ان سے نفرت کا اظہار کریں؟ یزید کو اپنا جانشین بنانے کے سلسلے میں حضرت امیر معاویہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بھی صحیح نہیں کیوں کہ آپ کی زندگی میں یزید کا فسق و فجور نہ تو کہیں ثابت ہے اور نہ آپ کو اس تعلق سے کوئی علم ہی تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یزید کی معصیت و نافرمانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ظاہر ہوئی۔ اور فسق ظاہر ہونے کے بعد کسی کو فاسق گردانا جاتا ہے پہلے نہیں جیسے ابلیس لعین پہلے معلم الملکوت (فرشتوں کو تعلیم دینے والا) تھا پھر جب اس سے کفر ظاہر ہوا تب اسے قرآن نے کافر کہا۔ تو فسق اور نافرمانی ظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ اور اس کی نافرمانی کا الزام صحابی رسول امیر معاویہ کو کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اور اگر کوئی روایت ایسی ہے جس سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی زندگی میں یزید کی بدباطنی کا علم ہونے پر دلالت کرتی ہے تو وہ روایت جھوٹی اور اور اس کا راوی کذاب (جھوٹا) ہے کیوں کہ قرآن و احادیث سے تمام صحابہ کرام کا عدل و انصاف والا ہونا ثابت کیا جا چکا ہے لہٰذا اس کے خلاف روایت قابل قبول نہیں۔ اور رہ گئی یہ روایت کہ امیر معاویہ کے کندھے پر یزید کو دیکھ کر اللہ کے رسول نے فرمایا تھا کہ جنتی جہنمی کو لے کر جا رہا ہے تو یہ بھی سراسر فرضی ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے پندرہ سال بعد یزید کی پیدائش ہوئی۔ (تاریخ اسلام)

اخیر میں ہم عرض کریں کے کہ صحابہ کرام کے بارے میں جو عظمت و فضیلت قرآن و احادیث سے ثابت ہیں وہ فضیلتیں حضرت امیر معاویہ کو بھی صحابی ہونے کی وجہ سے حاصل ہیں اور صحابیِ رسول امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و احترام ایسے ہی لازم اور ضروری اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے جیسے دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت نبوت کا احترام و ادب لازم ہے۔ اس لیے اہل بیت نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحابیِ رسول امیر معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی سچی محبت کرنا چاہیے کیوں کہ یہی اسلام، قرآن اور جمہور علمائے عالم اسلام کا طریقہ ہے ورنہ تو ہمیں بتائیں کسی صحابی کی شان میں بے ادبی کر کے خدا اور سول کی مخالفت کرنا کون سا ایمان کا حصہ اور کون سا اسلام ہے؟۔ ☆☆☆

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

حمل کی مدت کتنی ہے؟

اسلام کے مطابق حمل کی مدت کتنی ہے؟ اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے جدا رہے اور اس کے تین حیض گزر جائیں پھر عورت حاملہ ہو جائے اور عورت حمل کو شوہر کے ساتھ رہنے کے وقت سے شمار کرے تو کیا یہ صحیح ہے؟ عورت یہ بھی کہتی ہے کہ تین حیض یقیناً دو اور تیسرے کا تھوڑا حصہ تھا، جسے عورت نے شوہر سے بتایا تھا، ڈاکٹر سے آخری حیض ۲۵؍ مئی بتاتی ہے اور ۲۵؍ مئی سے پہلے اور حمل ظاہر ہونے سے قبل تک شوہر سے جدا رہی۔ دینی نقطۂ نظر سے بغیر دیکھے اور گواہوں کے بغیر کچھ کہا بھی نہیں جاسکتا اور حمل موخر ہوتے دیکھ کر چپ رہنا بھی مشکل ہے۔ کوئی مسئلہ بتائیں جس سے یہ مشکل حل ہو سکے۔ عورت قسم کھاکر توڑ بھی دیتی ہے، اس لیے قسم کھلا کر اس پر یقین بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

الجواب

حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ وقتِ نکاح سے اگر چھ ماہ پورے ہونے پر بچہ پیدا ہوا تو شرعاً وہ شوہر کا ہی مانا جائے گا اور ثابت النسب ہوگا، اگرچہ بظاہر میاں بیوی کی ملاقات نہ ہوئی۔ فقہا فرماتے ہیں کہ شوہر مشرق کے کنارے پر ہو اور عورت مغرب کے کنارے پر، دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو، وکیل کے ذریعہ نکاح ہو گیا اور وقت نکاح سے چھ ماہ، یا زیادہ پر بچہ پیدا ہوا تو وہ شوہر کا ہے اور ثابت النسب ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الولد للفراش و للعاهر الحجر.

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں شک نہ کیا جائے اور عورت کو سچی مانیں، مزید تحقیق و تشفی کے لیے میری کتاب "امام احمد رضا پر اعتراضات ایک جائزہ" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک ساتھ دی گئی تین طلاق کا حکم

بلال احمد ولد شریف احمد ساکن اسلام پورہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ نے اپنی اہلیہ رشیدہ خاتون بنت محمد کلام الدین انصاری کو پنچان (پنچایت کے لوگ) کے سامنے تین طلاق دیا اور یہ بھی طے ہوا کہ عدت اور جہیز کا سامان چند دن میں رشید خاتون کے ولی و ذمہ دار آکر لے جائیں گے، کچھ دن گزرنے کے بعد رشیدہ خاتون اور ان کے گھر والے کہتے ہیں کہ ہم طلاق کو نہیں مانتے۔ سوال یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی کہ نہیں ہوئی۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں بلال احمد کی بیوی رشیدہ خاتون پر طلاقِ مغلظہ واقع ہو گئی اور وہ اپنے شوہر کے نکاح سے نکل کر اس پر حرام ہو گئی۔ اب وہ اس کے لیے بغیر حلالہ حلال نہ ہوگی۔ ایک ساتھ دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اس پر چاروں مذہب کے اماموں کا اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے اور اس سے انحراف سبیل المومنین سے انحراف ہے، اس لیے بلال احمد اور رشیدہ خاتون دونوں اجنبی بلکہ اس سے بڑھ کر ہو گئے، دونوں الگ ہو جائیں تحقیق اور تفصیل کے لیے کتاب "ایک نشست میں تین طلاق" کا مطالعہ کریں جو اسی فتوے کے ساتھ منسلک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وراثت کا ایک اہم مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

ہمارے ملک برطانیہ کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی پوری جائداد اس کی بیوی کو مل جاتی ہے اس سے بچنے کے لیے اب یہاں لوگوں نے عام طور پر جائداد کو رجسٹرڈ کرانا شروع کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"میری وفات کے بعد میری جائداد میرے وارثین کے درمیان شریعت اسلامیہ کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔"

اس عمل کو یہاں **بِل** کہا جاتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ بِل تو وصیت ہے اور وصیت وارث کے حق میں جائز و نافذ نہیں پھر حل کی

راہ کیا ہے؟

الجواب

یہ بِل شرعًا نافذ ہے کیوں کہ شریعت اسلامیہ نے وارثین کے لیے میت کے ترکے میں جو حصّے مقرر کیے ہیں اس بِل میں وہی حصّے سارے وارثین کو دینے کی ہدایت ہے. حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنّ الله أعطیٰ کل ذي حق حقه۔

بے شک اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرمادیا۔

(أخرجه أحمد و صحّحه الترمذي، کذا في الدراية)

تو یہ وصیت فی الواقع اللہ عزّوجل کے عطا کیے ہوئے اسی حق کی تنفیذ کی ہدایت و تاکید ہے جو شریعت کے تقاضے کے عین مطابق ہے اس لیے یہ جائز و نافذ اور واجب العمل ہے۔

وارث کے حق میں جو وصیت ناجائز ہوتی ہے وہ اللہ عزوجل کے عطا کردہ حق کے سوا کسی زائد مال کی وصیت ہوتی ہے پھر وہ بھی اس وقت ناجائز ہوتی ہے جب بعض وَرَثہ کو دوسرے وَرَثہ پر ترجیح دیا گیا ہو لیکن یہاں وصیت کسی بھی وارث کے لیے اس کے حق کے سوا کسی زائد مال کی نہیں ہے۔ پھر یہاں بعض کے ساتھ ترجیحی سلوک بھی نہیں ہے جس سے دوسرے وارثین کو اذیت ہو یا وہ صلہ رحمی کے خلاف ہو، فقہ اسلامی کی اہم و معتمد کتاب ہدایہ کے درج ذیل اقتباس سے اس توجیہ کی روشنی ملتی ہے:

و لا تجوز لوارثه، لقوله علیه الصّلاة والسلام: إن الله أعطیٰ کلّ ذي حق حقه، ألَا، لا وصية لوارث. و لأنه يتأذّی البعض بإيثار البعض، ففي تجويزه قطعية الرحم و لأنّه حيف بالحديث. (الهداية ج٤، ص ٦٥٧، کتاب الوصايا)

یہی وجہ ہے کہ اگر وارث تنہا ایک ہو تو اس کے حق میں پوری وصیت نافذ ہوتی ہے کیوں کہ وہی کل کا حق دار ہے تو اس کے لیے پورے مال کی وصیت فی الواقع اس کا پورا حق اسے دینے کی ہدایت و تاکید ہے، اور یہیں سے یہ امر بھی عیاں ہو گیا کہ وصیت اگر سارے وارثین کے لیے ہو اور ہر ایک کے شرعی حصے کے مطابق ہو تو یہ بھی نافذ ہے کہ یہ بھی ان کا پورا پورا شرعی حق دینے کی تاکید و ہدایت ہے اس مسئلے پر درج ذیل جزئیات سے روشنی پڑتی ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(ولا لوارث ... إلا بإجازة وَرَثَته) لقوله علیه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث، إلّا أن يجيزها الورثة" يعني عند وجود وارث آخر، كما يفيده آخِر الحديث (أو لم يكن له وارث سواه) كما في الخانية: حتى لو أوصى لزوجته أو هي له ولم يكن ثمه وارث آخر تصح الوصية. ابن كمال.

زاد في المحبية: فلو أوصت لزوجها بالنصف كان له الكل.

و إنّما قيدوا بالزوجين لأن غيرهما لا يحتاج إلى الوصية؛ لأنه يرث الكل برد أو رحم، و قد قدّمناه في الإقرار معزيا للشرنبلالية. (تنویر الأبصار و در مختار، المطبوع مع ردالمحتار، ج ١٠، ص ٣٤٦، ٣٤٧)

"میراث سے محرومی" سے بچنے کی ایک صورت یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ جائداد کو اپنے اوپر، اپنی بیوی پر اور اپنی اولاد اور نسلاً بعد نسلٍ اولاد کی اولاد پر وقف کر دے تو اس جائداد سے سب کو انتفاع کا حق حاصل رہے گا اور جب تک کہ نسل باقی ہے وہی اس سے فائدہ اٹھائے گی، فتاوی عالمگیری میں ہے:

رجلٌ قال: أرضي صدقة موقوفة على نفسي يجوز هٰذا الوقف على المختار، كذا في خزانة المفتين. و لو قال: أرضي موقوفة عَلَيَّ و على فلانٍ: المختارُ أنّه يصحّ، كذا في الغياثية. اهـ. (الفتاویٰ العالمكيرية ج٢، ص ٣٧١، الفصل الثاني في الوقف على نفسه و أولاده)

نیز اسی میں ہے:

و إن قال: على ولدي و ولدِ ولدي، و ولدِ ولدِ ولدي، ذكر البطن الثالث فإنّه، تُصرف الغلّة إلى أولاده أبدًا ما تناسلوا، ولا تصرف إلى الفقراء ما بقي أحد، يكون الوقف عليهم و على من أسفل منهم، الأقرب و الأبعد فيه سواء. اهـ. (المرجع السابق ص ٣٧٤)

البتہ وقف کے بعد واقف یا موقوف علیہم کو یہ جائداد دوسرے کے ہاتھ بیچنے یا دوسرے کو ہبہ یا صدقہ کرنے وغیرہ کا اختیار نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆☆

اعتدال پسندی کا اسلامی تصور اور جدید داعیانِ اسلام

غلام رسول دہلوی

پاکستان علما کونسل PUC نے ایک جامع کتاب کا اجرا کیا ہے جو اسلامی اسکالرس، علما، مبلغین اور ائمۂ کرام کے لیے کار آمد ہدایات اور مفید مشوروں پر مشتمل ہے۔

اعتدال پسند علمائے پاکستان کا ایک خوش آئند قدم:

گذشتہ دنوں بین الاقوامی ذرائع ابلاغ (mainstream media) میں پاکستان سے خبر کہ ایک پاکستانی سنی مسلم سیاسی وسماجی تنظیم "پاکستان علما کونسل" (PUC) عصر حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنے اور علما اور ائمہ کرام کے طرز خطابت میں اصلاحات پیدا کرنے جیسے مشکل ترین کاموں میں سرگرم عمل ہے۔ یہ واقعی ایک فرحت بخش اور امید افزا خبر ہے۔ اس تعلق سے پاکستان علما کونسل (PUC) نے ایک جامع اور مبسوط کتاب کا اجرا کیا ہے جو اسلامی اسکالرس، علما، مبلغین اور ائمہ کرام کے لیے کار آمد ہدایات اور مفید مشوروں پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ ایک پاکستانی سنی مسلم سیاسی وسماجی تنظیم کی یہ کوشش اصلاح مفاسد کی جانب بروقت پیش رفت اور دعوت وتبلیغ کے فرسودہ طریقوں اور غیر ضروری جذباتی وشعلہ بار انداز خطابت کی عام روش کو ختم کرنے کی جانب ایک خوش آئند قدم ہے۔ اس لیے کہ آج کے اس عقلیت پسند عہد (Rationalist Age) میں بھی ہمارے اکثر علمائے کرام، ائمہ مساجد اور خطبا یہاں تک کہ ہندوپاک سے نکل کر یوروپ وامریکہ اور افریقہ کے علم دوست حلقوں میں کام کرنے والے ہمارے بہت سے داعیان اسلام عام طور پر اسی غیر مانوس اور متروک ومہجور طریقۂ تبلیغ کے عادی ہیں۔

اس کتاب کے مشمولات حجۃ الوداع کے تاریخی نبوی خطبہ کی عصری معنویت وافادیت سے لے کر ماحولیاتی مسائل کے حل اور فقہی احکامات کی مدد سے نوجوان نسل کی موجودہ اخلاقی گراوٹ سے نمٹنے کے طریقۂ کار تک ان متعدّد مسائل جدیدہ کو شامل ہیں جنہیں آج مذہبی اسکالرس کو face کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر بین المذاہب مکالمہ اور قومی ہم آہنگی، حقوق نسواں، تعلیم نسواں، جہاد اور دہشت گردی کے درمیان تفریق اور اس قسم کے دیگر عصر حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل جو امت مسلمہ کو اقوام عالم کی طرف سے چیلنجز کے طور پر درپیش ہیں۔ اس ضمن میں پاکستان علما کونسل نے اس کتاب میں فکر وآگہی سے مملو مشمولات پیش کرکے یہ کوشش کی ہے کہ نوجوان علمائے اہل سنت عصر حاضر کے چیلنجز کے تئیں اعتدال پسندانہ رویہ اختیار کریں تاکہ جدید بین الاقوامی مسلم مسائل کو قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں پوری دانشمندی کے ساتھ حل کیا جاسکے۔

کتاب کے آغاز میں ہی پاکستان علما کونسل (PUC) کے چیئرمین اور معروف پاکستانی سنی عالم دین مولانا محمد طاہر محمود اشرفی نے اظہار خیال کیا ہے کہ: "جب عوام کی رہنمائی کی بات آتی ہے تو ہمارے مساجد اور مدارس کا اس میں ایک اہم ترین کردار نمایاں ہوتا ہے۔ اسی لیے پاکستان علما کونسل (PUC) کا مقصد یہ ہے کہ مساجد اور مدارس سے منسلک ہمارے علما اور مبلغین دور جدید میں پیدا ہونے والے نت نئے مسائل پر اپنی گہری نظر رکھیں"۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی امید ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اس طرح امید ہے کہ معاشرے میں ایک مثبت تبدیلی دیکھنے کو ملے گی"۔

موجودہ مبلغین اسلام اور ان کی تشویشناک صورتحال:

مبلغین اسلام اور ائمۂ مساجد کی تربیت کے لیے پاکستان علما کونسل کا یہ اقدام ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب ہندوپاک کے بیش تر مسلم مبلغین علمی کم مائیگی، عصری آگہی سے دوری، جدید مسائل میں بے اعتدالی اور عقائد ونظریات میں انتہا پسندی کا شکار ہیں۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ اور عقائد اہل سنت کی اشاعت عصری معنویت کے ساتھ نہیں کی جارہی ہے، جس کی وجہ سے اسلام کی وہ پر اعتدال روحانی روایات سمٹی ہوئی جا رہی ہیں جو درحقیقت دنیوی وابدی نجات کا ضامن ہیں۔ آج عالمی سطح پر خود بہت سے مسلم مبلغین کی وجہ سے اسلام کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔ انہوں نے اسلام کو ایک غیر معتدل، انتہا پسند، فاشسٹ،

استاذ جامعہ نظام الدین اولیا، نئی دہلی
grdehlavi@gmail.com

علیحدگی پسند اور ایک سیاسی نظریہ کے طور پر پیش کیا جس کا مقصد لوگوں کے دلوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے نصب کرنا نہیں بلکہ مملکتوں اور سلطنتوں کو زیر کرنا ہے۔ لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ عالمگیر انسانی اقدار اور روحانی روایات کا حامل دین اسلام آخر کیوں کر چند محدود اصول و معتقدات اور رسوم و رواج کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا گیا، جس میں نہ تو کوئی روحانیت بچی ہے اور نہ ہی عصری آگہی اور عقلی معنویت کا احساس ہوتا ہے۔ مذہب اسلام کے ظاہر و باطن کے درمیان پیدا کردہ یہی خلا آج ان تمام فتنوں اور خطرات کی جڑ ہے جو کہ اسلام کے نام سر ابھار رہے ہیں۔ اس خلا کو پر کرنے کا ایک واحد طریق کار ہمارے علما کے پاس یہ ہے کہ وہ اعتدال پسندی کی اس روحانی بنیاد کو مضبوط کریں جس پر دین اسلام کی بنیاد قائم ہے۔

اسلام میں اعتدال پسندی (وسطیت) کا نظریہ:

اسلام میں اعتدال پسندی کے معنیٰ یہ ہیں کہ مسلمان زندگی کے کسی بھی پہلو میں غلو یعنی انتہا پسندی کا راستہ اختیار نہ کرے۔ غلو (Extremism) یا انتہا پسندی ایک ایسی حد ہے جہاں پہنچ کر انسان اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز کر جاتا ہے، جب کہ وسطیت (Moderation) یا اعتدال پسندی ہم سے صراط مستقیم پر مکمل طور پر گامزن ہونے کا مطالبہ کرتی ہے جو کہ قرآن کی سب سے پہلے سورہ (فاتحہ) کا مغز ہے۔ اسلام میں اعتدال پسندی کا یہ بنیادی اصول زندگی کے ہر گوشہ کی طرح مذہب میں بھی ہر قسم کی شدت پسندی (تطرف)، تشدد (تنطع) اور مبالغہ آرائی (غلو) سے ابا کرتا ہے۔ تاہم اس اسلامی اصول کے بہانے سے کسی بھی قسم کی غلط فہمی یا بدنیتی کا شکار ہو کر دین کے دیگر محکم اصولوں سے سمجھوتہ کرنا بھی غیر اسلامی رویہ ہے۔

آج اعتدال کے موضوع پر گفتگو کی ضرورت اس لیے بڑھ گئی ہے کیوں کہ بعض تنگ نظر اور ایک ہی مسلک کے ماننے والے افراد فریق مخالف کے نقطہ نظر کو نہ صرف یہ ناپسند اور مردود قرار دیتے ہیں، بلکہ فتویٰ کی زبان میں اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے ہر مخالف شخص کو کافر و مشرک اور منافق جیسے سخت کلمات کہنے سے بھی باز نہیں آتے۔ اسی بے اعتدالی کی وجہ سے بعض اوقات وہ اپنی فکر میں اس حد تک متشدد اور غلو پسند ہو جاتے ہیں کہ خود کو ہی صحیح اور جنتی خیال کرتے ہیں اور فریق مخالف کو بدمذہب، بدعقیدہ، جہنمی، جاہل اور قابل گردن زدنی تصور کرتے ہیں۔ بالآخر یہی سوچ انتہا پسندانہ نظریات کو جنم دیتی ہے، جو آج دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک کی وجہ بن چکی ہے۔ اگر آج علمائے کرام ان غلط نظریات و تصورات کی تردید نہیں کریں گے تو کل خود ان کی ہی مجالس و محافل قتل گاہ اور میدان جنگ کا منظر پیش کریں گی۔ مگر رب قدیر کا فضل ہے ہر دور میں ایسے معتدل علما و صلحا پیدا ہوئے جن کی مخلصانہ اصلاحی کوششوں سے انتہا پسندی کے زور کو کم کیا گیا۔

اعتدال اور انتہا پسندی، ان دونوں نقطہ ہائے نظر میں سے کون مسلمانوں کے لیے مفید ہے، یہ جاننے کے لیے بہت غور و خوض کی چنداں ضرورت نہیں۔ دنیا کے تمام الہامی مذاہب اعتدال پسندی کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن کو بغیر کسی تفسیر کے شروع سے آخر تک پڑھتے چلے جائیے، ہمیں اعتدال پسندی ہی کی تلقین ملے گی۔ اگر ہم کسی شخص کے نظریات کو غلط سمجھتے ہیں، تو ہمیں صرف یہی حق حاصل ہے کہ ہم شائستگی کے ساتھ واضح دلائل کی روشنی میں اپنا نقطہ نظر واضح کر کے اس شخص کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنے نظریات کو دوسروں پر زبردستی مسلط کر دیں۔ یہ قرآن کا واضح پیغام ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔

دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ہدایت، گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکی ہے۔ اب جو شخص طاغوت (یعنی شیطانی قوتوں) کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے گا تو وہ مضبوط ترین سہارے کو تھام لے گا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اللہ (ہر بات کو) سننے اور جاننے والا ہے۔

امت مسلمہ کی وسطیت اور اعتدال سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا [البقرۃ:۱۴۳]

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں۔

اور فرمایا: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ [النساء:۱۷۱]

”اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں غلو نہ کرو اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو۔“

مسلمانوں کو سب سے بہترین راستہ دکھاتے ہوئے قرآن کریم اپنے آغاز کلام میں ہی مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی تلقین کرتا ہے: ”اے اللہ ہمیں سیدھی راہ (صراط مستقیم) پر چلا“۔

(سورہ الفاتحہ آیت: ۶)۔

صحیح معنوں میں پورا قرآن مذکورہ بالا آیت کی توضیح وتشریح ہے، کیوں کہ اس کتاب الٰہی کا بنیادی مقصد ہی ہدایت اور اعتدال کا راستہ دکھانا ہے۔ مذکورہ قرآنی آیات کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک سچے مسلمان کو ہمیشہ ”صراط مستقیم“ کی طرف اللہ کی ہدایت کا متلاشی ہونا چاہیے جسے بجا طور پر اعتدال پسندی، یسر وآسانی، توازن، وسعت ظرفی اور فکری کشادگی کا راستہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے راہ اعتدال وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے پیش فرمائی جس میں غلو (extremism) اور انتہا پسندی سے مکمل گریز کیا گیا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف دین وشریعت کے اہم مسائل میں بلکہ انسانی زندگی کے معمولی امور ومعاملات میں بھی غلو (انتہا پسندی) کی زبردست مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”هلك المتنطعون“ (غلو کرنے والے ہلاک ہوئے)

مزید فرمایا: ”إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا، وقاربوا، وابشروا، واستعينوا بالغدوة والروحة، وشئي من الدلجة“ (بخاری)

”دین آسان ہے اور جو بھی دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے۔ یعنی ایسا انسان مغلوب ہوجاتا ہے اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے۔ پس تم سیدھے راستے پر رہو اور رات کے کچھ حصہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔“

علاوہ ازیں، بے شمار آیات واحادیث سے یہ ثابت ہے کہ اسلام افراط وتفریط سے پاک اعتدال وتوازن اور وسطیت کا دین ہے۔ ایسی وسطیت جس میں کوئی شدت پسندی یا انحراف وکجی نہیں۔ اسلام میانہ روی اور طرفین کے بیچ معتدل موقف سے عبارت ہے، جس میں افراط وتفریط نہ ہو، غلو وزیادتی، اور کمی وکوتاہی نہ ہو۔ یہ روحانیت ومادیت، واقعیت ومثالیت اور انفرادیت واجتماعیت کے درمیان ایک درست پیمانہ ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے:

”الوسط فضيلة بين رذيلتين“

”دو کمتریوں کے بیچ ایک فضیلت وبرتری اعتدال اور میانہ روی کہلاتا ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عقبہ کی شب، جب آپ اپنی سواری پر تھے فرمایا: میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ، تو میں نے آپ کے لیے سات کنکریاں چنیں، وہ کنکریاں ایسی تھیں جو دونوں انگلیوں کے بیچ آجائیں۔ آپ انہیں اپنی ہتھیلی میں ہلاتے تھے اور فرماتے تھے: انہی جیسی کنکریاں مارو۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگو! تم دین میں غلو سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو دین کے غلو نے ہی ہلاک وبرباد کر دیا۔

ابن جریر طبری فرماتے ہیں: میرے خیال سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مومنوں کو، دین میں درمیانہ طریقہ اپنانے کی وجہ سے امت وسط سے متصف کیا۔ چنانچہ وہ دین کے بارے میں غلو کرنے والے نہیں۔ ان عیسائیوں کے غلو کی طرح، جنہوں نے ترہیب میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں غلو کیا اور وہ حد سے آگے بڑھ گئے اور انہیں الوہیت کا درجہ دے دیا۔ اور نہ ہی وہ تقصیر وکوتاہی والے ہیں، ان یہودیوں کی کوتاہی کی طرح، جنہوں نے کتاب اللہ کو بدل ڈالا۔ اپنے انبیا کو قتل کر دیا۔ اپنے رب کا انکار کیا۔ لیکن وہ دین میں توسط، واعتدال والے ہیں۔

امام شاطبی نے فرمایا کہ: جب آپ شرعی کلیہ پر غور کریں گے تو اسے توسط کا ہی حامل دیکھیں گے۔ اگر کسی پہلو کی طرف دین کا رجحان ومیلان دیکھتے ہیں تو دوسری طرف کے کسی واقع یا متوقع امر کے بالمقابل ہی وہ میلان ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سختی کا پہلو عموماً تخویف وتہدید اور زجر وتوبیخ کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ اس کا استعمال اس آدمی کے مقابلے میں ہوتا جس کے اوپر دینی انحلال وپستی غالب آگئی ہو، اور تخفیف کا پہلو، جو عموماً ترجی اور ترغیب وترخیص کے سلسلے میں رہتا ہے، اس آدمی کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے، جس پر سختی کے سبب حرج اور تنگی غالب آگئی ہو۔ لیکن جب ان دونوں میں سے کوئی پہلو نہ ہو تو آپ توسط اور میانہ روی کو نمایاں اور طریقہ اعتدال کو واضح دیکھیں گے۔ یہی وہ قاعدہ وضابطہ ہے جو قابل عمل ہے۔

میانہ روی اور اعتدال پسندی اسلام کے تمام شعبوں میں نمایاں ہے، مثلاً شعبۂ اعتقاد میں اسلام اقوام وملل کے درمیان معتدل ترین مذہب بن کر آیا۔ چناں چہ اسلام میں نہ الحاد ہے اور نہ وثنیت، بلکہ ربوبیت والوہیت اللہ کے لیے خاص ہے۔ اسی طرح اسما وصفات میں تشبیہ وتمثیل اور تحریف وتعطیل کے قائلین کے بیچ درمیانی مذہب ہے۔ اور قضا وقدر کے سلسلے میں اسلام کا موقف، قدریہ اور جبریہ کے دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک معتدل موقف ہے۔ اسی طرح مسئلہ ایمان کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کا موقف افراط وتفریط سے پاک ہے۔

وہ عمل کو ایمان کا ایک جزء قرار دیتے ہیں اور معصیت کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ اسی طرح گنہگار کو کامل الایمان نہیں سمجھتے، بلکہ اپنے ایمان کے سبب مومن ہوگا، مگر گناہ کبیرہ کے سبب فاسق ہوگا۔

نبوت وولایت اور صحابیت کے سلسلے میں بھی اعتدال کا ہی اسلامی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ امت محمدیہ درمیانی راہ اپناتے ہوئے اللہ کے تمام رسولوں اور پیغمبروں اور ان کی کتابوں پر ایمان رکھتی ہے۔ تمام صحابۂ کرام سے پیار کرتی ہے اور اللہ کے ولیوں سے بھی محبت کرتی ہے۔

عبادت میں بھی اسلام نے انسانی فطری تقاضوں کی پاسداری کی ہے۔ اسلامی عبادت روحانی تجرد، اور مادی ارتکاز میں غلو کیے بغیر روح اور بدن کے بیچ نادر رشتے کی بقا ہے۔ یہ نہ تو رہبانیت ہے اور نہ ہی صرف مادیت، بلکہ فرمان حق تعالی کی روشنی میں ایک ربط وسلیقگی اور اعتدال ومیانہ روی ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا[القصص:۷۷]

"اور جو کچھ اللہ تعالی نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کے تبتل کی تردید کی اور اس آدمی کی نکیر کی، جس نے دنیا کی پاکیزہ چیزوں کو اپنے لیے حرام کرلیا، فرمایا:

"اما إني اخشاكم لله واتقاكم له، لكني اصوم وأفطر وأصلي وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني" (بخاری ومسلم)

"میں تو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے لیے تقویٰ شعار ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات میں سوتا بھی ہوں۔ ساتھ ہی بیویوں سے ہمبستری بھی کرتا ہوں۔"

مذہب کی تبلیغ کرنے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کے تعلق سے قرآن نے مبلغین کے لیے ایک واضح اور وجوبی حکم صادر کیا ہے:

"اے رسولِ معظّم! آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو، بیشک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو (بھی) خوب جانتا ہے"۔ (۱۶:۱۲۵)

خاص طور پر اس مقام پر اپنے آخری پیغمبر محمد ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ نے اسلامی مبلغین کے لیے لوگوں کو حکمت کے ساتھ راہ خدا کی طرف بلانے کا ایک عام حکم صادر فرمایا ہے۔ اس آیت میں مذکور مختلف الفاظ و اصطلاحات کے معانی کو اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں سب سے پہلا لفظ (اُدعوا) ہے جس کا مادہ عربی کا لفظ (دعا) ہے اور اس کے معانی دعوت دینا، حکم دینا، بلانا، باز طلبی کرنا، مطلب، مراد، منشا، التجا کرنا، مائل کرنا اور مُخاطِب کرنا وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ان تمام معانی میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس سے غیر معقولیت، سختی، تشدد اور جبر کی طرف ایک ہلکا سا بھی اشارہ ملتا ہو جیسا کہ ان کی ضرورت "جبراً مذہب تبدیل کرنے" کے مذموم عمل میں پیش آتی ہے، جس میں علیحدگی پسند اور انتہا پسند مبلغین لوگوں کو دوسروں کے مذہب، معتقدات یا رائے کو اپنے مذہب، معتقدات یا رائے سے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرضی کے خلاف دوسروں کی ذہنیت بدلنے اور ان کا مذہب یا طرز زندگی بدلنے کی بات تو چھوڑ ہی دیں اسلام تو تمام انسانیت کے لیے فلاح و بہبود کے کاموں میں بھی لوگوں کو آمادہ کرتے وقت تشدد آمیز یا جارحانہ اقدامات کی اجازت نہیں دیتا۔ دراصل قرآن نے واضح طور پر بارہا یہ توضیح پیش کی ہے کہ اسلام کی دعوت و ابلاغ کا طریقہ کار منصفانہ، متوازن، معتدل اور غیر متشدد ہونا چاہیے۔ عصر حاضر میں ہونے والی جبراً تبدیلیٔ مذہب کی روش کی قرآن کی کسی بھی سورۃ یا آیت میں قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ در حقیقت قرآن میں جہاں کہیں بھی اسلام کی دعوت و تبلیغ کا ذکر ہے وہاں وہاں لفظ "دعوت" اور "بلاغ" کا استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ بلاغ کا معنی "پیغام پہنچانا" ہوتا ہے نہ کہ جبراً مذہب تبدیل کروانا، جیسا کہ سورہ یٰسین کی آیت ۱۷ میں مذکور ہے۔ اور "دعوت" کا مطلب لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور خوبصورت موعظت کے ساتھ بلانا ہے۔

قرآن میں اسی قسم کے چند اور ایسے ہی احکامات بیان کیے گئے ہیں جن کی وجہ سے مبلغین پر یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اسلام کو ایک انتہا پسند، سخت اور فاشسٹ نظریہ کے بجائے ایک معتدل روحانی مذہبی روایت کے طور پر پیش کریں۔ قرآن میں اللہ نے مختلف مقامات پر نبی ﷺ کے توسط سے ہر زمانے کے علما اور مبلغین سے اس طرح خطاب کیا ہے:

"سوتم دونوں اس سے نرم (انداز میں) گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔" (۲۰:۴۴)۔

"حقیقت یہ ہے کہ جسے آپ (راہِ ہدایت پر لانا) چاہتے ہیں اسے راہِ ہدایت پر آپ خود نہیں لاتے بلکہ جسے اللہ چاہتا ہے (آپ کے ذریعے) راہِ ہدایت پر چلا دیتا ہے، اور وہ راہِ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔" (۲۸:۵۶)۔

"ان کو ہدایت دینا آپ کے ذمہ نہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔" (۲:۲۷۲)۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ ان تمام باتوں سے بخوبی واقف ہے کہ کون جنت کا حقدار ہے اور کس کے مقدر میں جہنم لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام باتیں اس کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اور اسی پر سارے معاملات ختم۔ لہٰذا مسلم مبلغین کا کام یہ ہے کہ وہ صرف لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلائیں اور اس کے لیے وہ کسی بھی قسم کے جبر واکراہ اور تشدد کا سہارا نہ لیں اس لیے کہ انہیں ہدایت دینا ان کا کام نہیں ہے۔ ان کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، مذہب بدلنا نہیں۔ کیوں کہ صرف خدا ہی انہیں ہدایت کے راستے پر چلا سکتا ہے۔

"اور (اے مومنو!) اہلِ کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا۔" (۲۹:۴۶)۔

اس آیت میں اللہ نے پیغمبر اسلام ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ امت دعوت سے خوش کلامی کے ساتھ بات کریں، جیسا کہ اللہ نے اس وقت بھی موسی اور ھارون کو ایسا ہی کرنے کا حاکم دیا تھا جب انہیں فرعون کے دربار میں بھیجا تھا۔

اسلام مبلغین کو صرف پیغام پہنچانے کا حکم دیتا ہے، لوگوں کے مذہب کو بدلنے کا نہیں۔ مذکورہ بالا آیت کے علاوہ کہ جس میں اللہ ہمیں اسلام کی تبلیغ یا نیکی کی دعوت کے لیے حسن مواعظت کا حکم دیتا ہے دیگر مذکورہ آیات میں اللہ نے اس بات کو بھی بڑے واضح انداز میں بیان کر دیا ہے کہ اللہ کو ان تمام باتوں کا بخوبی علم ہے کہ کون راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور کس نے ہدایت حاصل کر لی ہے۔ لہٰذا کسی بھی عالم یا مبلغ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو بھی گمراہ قرار دے اور اسے بجبر واکراہ اپنا مذہب یا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور کرے اور تکبر کے ساتھ اپنے بارے میں یہ گمان رکھے کہ صرف وہی ہدایت اور تقویٰ کی راہ پر گامزن ہے۔ یہ مبلغین کے اندر ایک غیر مناسب رجحان ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے انتہا پسندی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جو مذہب پوری انسانیت کے لیے آسانی اور رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا وہ آج مشکل ترین نظام حیات کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ آج تمام مسلم ممالک میں تیزی کے ساتھ پھیلتے ہوئے اس خطرے سے نبی ﷺ نے آگاہ کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ: "مذہب اسلام بہت آسان ہے اور جو کوئی مذہب کے معاملے میں سختی اختیار کرے گا وہ اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا انتہا پسند نہ بنو اور اس میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کرو اور تمھارے لیے بشارت ہے کہ تمھیں اس کا اجر دیا جائے گا۔" (بخاری)

مندرجہ بالا حدیث میں مذہب سے مراد اسلام کا ایک وسیع ترین تصور مراد ہے یعنی ایک ایسا دین (نظام حیات) جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ بنیادی طور پر دین کی تقسیم تین خانوں میں کی گئی ہے پہلا: ایمان (معتقدات)، دوسرا: اسلام (معمولات) تیسرا: احسان (مذہبی اعتماد و وثوق سے پیدا ہونے والی سماجی ذمہ داری کا احساس)۔

اسلام کا پیغام یہ ہے کہ مذہبی معمولات و معتقدات کے معاملے میں مکمل اعتدال پسندی، آسانی اور پوری آزادی ہونی چاہیے۔ بنیادی طور پر اس آفاقی اصول کی بنیادیں قرآن میں ہیں: "اور اس (اللہ) نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"۔ (۲۲:۷۸)

اور اسی قرآنی آیت کی توضیح وتشریح مختلف طریقوں سے مختلف قرآنی آیات میں کی گئی ہے مثلاً: "اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا" (۲:۲۸۶)۔ "اللہ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمھارے لیے دشواری نہیں چاہتا۔" (۲:۱۸۵)۔

خلاصہ یہ کہ دین میں غلو اور انتہا پسندی کے نتائج بہت بھیانک ثابت ہوتے ہیں۔ آج اسلام کے نام پر دہشت گردی اور پر تشدد تکفیر (Violent Takfirism) بھی دین میں غلو ہی کا نتیجہ ہے۔ دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کی بگڑی ہوئی شبیہ بھی اسی کا خمیازہ ہے۔ عالم اسلام میں خانہ جنگی، باہمی قتل وغارت گری اور جدید خوارج کی شر انگیزی بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ آج مبلغین اور داعیان اسلام کو تمام شعبہائے زندگی میں اعتدال پسندی اور میانہ روی مطلوب ہے۔ خواہ ان کا تعلق دین وشریعت سے ہو، تحلیل وتحریم سے ہو، یا پھر منہج فکر ونظر اور طریق استدلال سے ہو۔ آج دعوت دین کے شعبہ میں انہیں یہ امر بطریق احسن یاد رکھنا ہوگا کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت اسلامیہ نے افراط وتفریط کے بیچ میانہ روی اختیار کی۔ ☆☆☆☆

شعاعیں

محسنِ انسانیت ﷺ
اور ان کے اخلاقی اثرات

مولانا محمد عارف حسین مصباحی

کائنات عالم میں مبعوث ہونے والے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاورسل علیہم الصلاۃ والسلام کواللہ تعالیٰ عزوجل نے سیکڑوں معجزات اور خوبیوں سے مالامال فرمایااور ان گروہ انبیا ورسل میں حضرت محمد عربی مکی مدنی سرکار ﷺ وہ عظیم الشان ارفع و اعلیٰ شخصیت ہیں جنہیں اللہ جل مجدہ نے بے شمار انفرادی اور اجتماعی خوبیوں سے نوازااور ان میں آپ ﷺ منفرد ویکتا بھی نظر آتے ہیں۔بقول شاعر:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند توتنہاداری

سرور کشور رسالت، محسن انسانیت، حضرت محمد عربی ﷺ نے انسانی معاشرے میں عفو درگزر، حلم وبردباری، لاجواب صبرواستقامت، عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور اخلاق و کردار، علم و آگہی، اخوت و مساوات، عدل وانصاف، الفت و مودت، اعلیٰ انسانی اقدار و شرافت، علم دوستی، اور مکارم اخلاق جیسے خصائل کے ذریعے لاثانی اور دائمی اثرات اقوام عالم پر مرتب کئے ان میں سے آپ ﷺ کے لاجواب اخلاق حسنہ، عفوودرگزر، حلم وبردباری اور لاجواب صبرواستقامت کے اثرات آج بھی ہیں، جن سے متاثر ہوکر لوگوں کے اذہان وقلوب جہاں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت وپرستش کی جانب مائل ہوئے، جہنم کی ہولناکیوں سے محفوظ ہوکر "جنت الفردوس" میں اعلیٰ مقام حاصل کیے، سرزمین عرب سمیت پوری دنیائے انسانیت میں عظیم دینی، ملی اور قومی انقلاب برپاہوا، باہمی حسد کی نہ بجھنے والی "آتش سیال" الفت و مودت کے آب سے پگھل گئی،، ماؤں کو عزت ملی، بیٹیاں زندہ در گور ہونے سے بچ گئیں، وہیں آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا اثر ہواکہ دنیائے انسانیت میں اخوت و بھائی چارگی، اور باہمی اتحاد اتفاق کی تعلیم عام ہوئی، انسان نے اپنی عظمت ورفعت سے واقفیت پائی کہ ایک انسان کا خون ناحق دوسرے انسان کے لیے حرام ہے۔انسانی معاشرے میں اس کی عظمت و شرافت بحال ہوئی۔انسانوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی گروہی عصبیت، قبائلی اور نسلی تفریق، رنگ ونسل اور زبان وبیان میں ایک دوسرے پر فخرومباحات سے روکا۔دولت وغربت کی بنیاد پر فرقہ بندیوں کی مصنوعی دیواریں زمیں بوس کردی گئیں۔عورت کی عظمت رفتہ کو انسانوں میں قائم کیا۔اس کو انسانی سماج میں نہایت ہی بلند وبالا مقام عطاکیا۔

محسن انسانیت ﷺ کی بلند اخلاقی اور اس کے اثرات کا یہ عالم تھا کہ ایک دن آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محفل میں جلوہ فگن تھے کہ اچانک ایک یہودی عالم زید بن سمعہ، جس نے آپ کی صفات اور خوبیوں کو توریت میں پڑھ لیا تھا آپ ﷺ کی مجلس سعید میں آیااور اصحاب رسول کی صفوں کو چیرتا ہوا آپ کے قریب جاپہنچا، اس نے اچانک حضور ﷺ کے گریبان کو پکڑ کر سختی سے کھینچااور درشت اور تیز و تند لہجے میں کہنے لگاکہ اے محمد (ﷺ) جو قرض تم نے مجھ سے لے رکھاہے اداکرو، تم بنوہاشم کے لوگ ادائے قرض میں بڑی ٹال مٹول سے کام لیتے ہو، آقائے کائنات ﷺ نے اس یہودی سے چند درہم قرض لیے تھے جس کی ادائگی کی مدت ابھی باقی تھی، یہودی کی اس گستاخانہ اور بے باکانہ حرکت دیکھ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برداشت نہ ہوسکا اور طیش میں آکر فوراً اٹھے عرض گزار ہوئے مجھے اجازت دیجیے میں اس گستاخ کا سر تن سے جدا کردوں تو نبی اعظم صاحب خلق عظیم نے فرمایاکہ اے عمر تم کو تواس سے یہ کہنا چاہیے کہ یہ اپنا مطالبہ بہتر طریقے سے کرے اور مجھے حسن ادائگی کے لیے کہتے، یہ سن کر یہودی عالم آپ کے اخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوااور کہنے لگا اے محمد ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ کائنات عالم میں مبعوث کیا میں آپ سے اپنا قرض وصول نے کے لیے نہیں آیا بلکہ میرے آنے کا مقصد تھا کہ آپ کے اخلاق عالیہ کی آزمائش کروں، مجھے بخوبی معلوم ہے کہ ابھی ادائے قرض کا وقت نہیں آیا، میں آپ کے اوصافِ جمیلہ توریت میں پڑھ چکاہوں اور میں نے اسے آپ کی سیرت طیبہ میں حرف بہ حرف صحیح پایا البتہ توریت میں بتائی ہوئی آپ کی دو صفات کا بخوبی تجربہ کرنا تھا ایک تو یہ کہ آپ ﷺ غصہ کے

وقت بہت زیادہ حلم و بردباری کے پیکر بن جاتے اور آپ کا عفو و درگزر، حلم و بردباری اور صبر و استقامت آپ کے غصہ و غضب پر غالب ہوگا اور دوسرا یہ کہ جو بھی جس قدر آپ کے ساتھ نادانی اور ظلم و زیادتی کرے گا آپ ﷺ اس کے ساتھ اتنا ہی زیادہ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے، ان صفاتِ حمیدہ کا بذات خود میں نے بچشم خود مشاہدہ کرلیا ہے اب میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسول ہیں۔

(ماخوذ کتب سیرت)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (حق پر ہونے کی صورت میں بھی) اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، ہاں جب آپ کسی سے اللہ جل شانہ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کی رضا کے لیے اس سے انتقام لیتے۔

(صحیح البخاری باب صفۃ النبی ﷺ ج۱ ص ۵۰۳ مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور)

آپ ہی سے عفو درگزر کی ایک دوسری روایت منقول ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی عورت یا خادمہ کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔

(ابوداؤد، آداب باب العفو والتجاوز ج۲ ص ۶۶۰ مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور)

اعلان نبوت کے دسویں سال آپ ﷺ جب قبیلہ بنو ثقیف کو ایمان کی دعوت دینے ان کے یہاں گئے تو اس قبیلے کے ذمہ داروں نے آپ کی دعوت ایمان کو ٹھکرا کر آپ کو اس قدر اذیت دی کہ آپ کے نعلین مبارک خون سے آلودہ ہوگئے اور اسی حالت میں جب آپ ﷺ وہاں سے واپس ہوئے تو بحکم خداوندی پہاڑوں کے فرشتے نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا اے محمد ﷺ آپ اگر ہمیں حکم دیں تو ہم اخشبین (وہ دو پہاڑ جو علاقے کے دونوں جانب تھے) کو ان پر الٹ دوں اور وہ تباہ و برباد ہوجائیں اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہوجائیں بلکہ مجھے اپنے رب تعالی سے امید ہے کہ وہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے

(مشکوٰۃ المصابیح باب البعث وبدء الوحی مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور)

اس کا اثر ہوا کہ آگے چل کر اس کے قبیلے کے بہت سے افراد نے اسلام کی آغوش میں پناہ لی اور دنیائے رنگ و بو میں بسنے والے لاکھوں لوگوں کو دامن اسلام سے وابستہ ہونے کی دعوت سعید دی۔

ہجرت مکہ سے پہلے کفار و مشرکین نے آپ پر اس قدر ظلم ڈھایا کہ مسلمانوں کے صبر و استقامت کا پیمانہ چھلک گیا تو صحابی رسول ﷺ خباب ابن الارث نے مشرکین کی شدت و سختی دیکھ کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں کے خلاف بددعا کیوں نہیں دے دیتے، یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں جس سے ان کے گوشت و پوشت سب علاحدہ ہوجاتے۔ ان کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیے جاتے مگر یہ اذیتیں انھیں دین ایمان سے برگشتہ نہیں کر سکیں، اللہ تعالی دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا یہاں تک کہ ایک سوار مقام "صنعا" سے "حضر موت" تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری، ج۱ ص ۵۴۳ مطبوعہ مجلس برکات)

اور تاریخ عالم نے دیکھا کہ مکہ فتح ہوا اور حضور ﷺ نے اپنے بد ترین دشمنوں کو معاف فرمایا اور فرمایا کہ "الیوم یوم المرحمۃ لا یوم المزحمۃ" کہ آج رحم و کرم اور معافی کا دن ہے دشمنی اور انتقام لینے کا دن نہیں اور دور فاروقی میں اسلامی سلطنت وسیع ہوئی اور امن و امان کا وہ ماحول قائم ہوا کہ تنہا ایک عورت بھی اگر اس راستے کا سفر کرتی تو اسے کسی قسم کی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

صحابی رسول ﷺ رافع بن خدیج کہتے ہیں ۳ ہجری میں "غزوۂ انمار" میں ہم رسول اللہ کے ہم راہ تھے آپ کی آمد کی خبر سن کر اعراب پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام سے الگ ہوکر ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے کہ قبیلہ بنو غطفان کے اشارے پر "دعثور" نامی سردار رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلوار کھینچ کر کھڑا ہوگیا۔ آپ بیدار ہوئے تو وہ کہنے لگا کہ تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: مجھے میرا اللہ بچائے گا اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام نے اسے گرادیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ بولا کوئی نہیں۔ ایسی بے چارگی میں آپ ﷺ نے اسے معاف کردیا اور اس عفو و درگزر اور رحم و کرم کا اس کے ذہن و فکر پر ایسا اثر ہوا کہ آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔

(سیرت رسول عربی مصنفہ مولانا نور بخش توکلی ص ۲۷۹)

قبیلہ انصار کا حلیف ایک شخص فرات بن حیان جو ابو سفیان کی جانب سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا، غزوۂ خندق ۵ ہجری میں وہ پکڑا گیا تو حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا مگر بعد میں وہ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار اور دعوت دین سے متاثر ہوئے اور ایمان لے آئے اور

آپ نے ان کی غلطی معاف کردی اور مزید اخلاق حسنہ کا ثبوت پیش کرتے ہوئے "یمامہ" میں ایک قطعہ زمین عطافرمائی جس کی آمدنی چار ہزار دو سو تھی۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد، باب فی الجاسوس الذمی ج۲، ص۳۵۹ مطبوعہ مجلس برکات)

اہل یمامہ کا سردار ثمامہ بن آثال الیمانی حضور ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ الٰہی اسے میرے قابو میں کردے چنانچہ بارگاہ رب العزت میں آپ کی دعا قبول ہوئی اور ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا گیا اور بنو حنیفہ میں سے ایک شخص نے اسے گرفتار کرکے بارگاہ رسالت میں حاضر کردیا اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا حضور ﷺ اس کے قریب سے گزرے تو آپ نے پوچھا کہ ثمامہ کیا کہتے ہو؟ عرض کیا یا محمد اگر آپ مجھے قتل کردیں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اگر آپ ﷺ زر فدیہ چاہتے ہیں تو جس قدر چاہیں دے دوں گا آپ نے خاموشی اختیار کی اور اسی طرح سوال و جواب کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا اور تیسرے روز آپ نے ثمامہ کی باتیں سن کر انھیں کھول نے کا حکم دیا آپ کی عنایت و کرم عفو ودر گزر، اعلیٰ اخلاقی نمونہ نے ایسا اثر دکھایا کہ بارگاہ رسالت میں آکر وہ مسلمان ہوگئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی چہرہ مبغوض و ناپسندیدہ نہ تھا اب وہی چہرہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے، میرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ دین آپ کا دین تھا اور سب سے زیادہ محبوب دین آپ کا دین دین اسلام ہے۔ میرے قریب سب سے مبغوض شہر آپ کا شہر تھا اور اب سب سے پیارا شہر آپ کا شہر ہے۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ مطبوعہ مجلس برکات)

جس وقت ابولعاص بن ربیع آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکہ سے مدینہ لے جارہے تھے اسی اثنا میں ہبار بن اسود قریشی اسدی نے حضرت زینب کو اونٹ سے گرادیا اور آپ کا حمل ساقط ہوگیا اور اسی چوٹ میں آپ کا انتقال ہوگیا آقا ﷺ نے ہبار بن اسود قریشی کے قتل کا حکم دیا اور فتح مکہ کے دن ہبار بن اسود قریشی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا کہ یہاں سے ایران چلا جاؤں مگر مجھے آپ کی نفع رسانی، صلہ رحمی اور عفو ودر گزر یاد آئے مجھے اپنے گناہ کا اعتراف ہے آپ درگزر فرمائے" یہ سن کر آپ ﷺ نے معاف فرمادیا۔ (صحیح البخاری باب وفد غزوۃ الطائف مطبوعہ مجلس برکات)

اور اس کا اثر ہوا کہ آپ ﷺ کے جان نثاروں میں شامل ہوئے۔

حضور ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی حبشی غلام سفیان بن حرب "جنگ احد" کے بعد مکہ میں رہتا تھا اور فتح مکہ کے بعد مختلف علاقوں میں گزر بسر کرتا ہوا۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے آپ ﷺ نے انھیں بخش دیا اور صرف اتنا کہا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کرو۔ (صحیح البخاری کتاب باب قتل الحمزہ مطبوعہ مجلس برکات)۔

اور اس کے بعد وہ آپ کے تادم حیات مطیع وفرمانبردار بن کر رہے اور دعوائے نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کو قتل کیا اور حضرت وحشی کہتے کہ میں نے زندگی میں ایک کام بہت برا کیا اور دوسرا کام بہت اچھا (کتب سیر)۔ ماہ محرم الحرام سنہ ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر سے آپ ﷺ کے واپسی پر سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب بنت حارث نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلودہ کر کے خدمت اقدس میں کھانے کے لیے پیش کیا آپ ﷺ اور آپ کے کچھ صحابیوں نے اسے تناول فرمالیا جس سے زہر ان کے بدن میں سرایت کرگیا، جب راز کھلا تو اس یہودیہ عورت نے معافی چاہی اور آپ ﷺ نے اسے معاف کردیا لیکن جب ایک صحابی زہر آلود کھانے کے سبب انتقال کرگئے تو بطور قصاص اسے بھی قتل کردیا گیا۔ (سیرت رسول عربی ص ۲۷۳)

ایک موقع سے لبید بن اعصم یہودی منافق نے آپ ﷺ پر جادو کردیا معلوم ہونے پر آپ ﷺ نے اس سے کچھ بھی تعرض نہیں کیا۔
(صحیح البخاری کتاب باب کتاب الطب باب ہل یستخرج السحر مطبوعہ مجلس برکات)

جس سے اسلام دشمن یہود بھی اپنی بدباطنی اور بغض وعناد کے باوجود وہ آپ ﷺ کے اخلاق وکردار سے متاثر تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مندرجہ بالا احادیث کی مشہور کتابوں کی روشنی میں رسول گرامی وقار ﷺ کے عفو ودر گزر کے چند نمونے آقا ﷺ کے کردار وعمل اور عفو ودر گزر کی بہترین مثال ہیں جو آپ کے غصہ وغضب پر غالب آگیا جن اخلاق عالیہ کی کرشمہ سازی نے اقوام عالم کے دلوں کو اپنی جانب منعطف کیا۔ آپ کی قدر ومنزلت کو اقوام عالم کے دلوں کو اپنی پر کشش شخصیت کا احساد لاتی ہے۔ جو ایک طرف امت مسلمہ سمیت اقوام عالم کو جہاں اپنانے کی دعوت دیتی ہے وہیں دوسری جانب آپ ﷺ کے فضائل وکمالات کی منہ بولتی تصویر بھی ہے جو آپ ﷺ کے عفو ودر گزر، حلم وبردباری اور لاجواب صبر واستقامت، عدل وانصاف، اخوت و مساوات اور اخلاق وکردار، علم وآگہی، سیاسی، سماجی، مذہبی قومی اور عالمی سطح پر عظیم انقلاب اور کامیاب زندگی کے ساتھ اقوام وملل پر مرتب ہونے والے عالمی اثرات ہیں۔ ☆☆☆☆☆

تجزیہ

صحابیِ رسول امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نفرت و کدورت

کیا "اسلام کا حصہ" ہے؟

مولانا محمد عارف حسین مصباحی

خالق حقیقی جل جلالہ، رزاق مطلق اللہ تعالی کی اس خاکدان گیتی پر انبیا اور رسل کے بعد سب سے مقدس اور بابرکت مخلوق صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پاکیزہ جماعت ہے۔ اس گروہ نے بہ حالت ایمان اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ بھی ہوا۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۱۲ حاشیہ نمبر ۴)

منصب صحابیت اتنا بلند و بالا مقام و منصب ہے کہ دنیا کا کوئی بھی بڑا سے بڑا غوث و قطب، ابدال اور ولی ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ صحابہ کرام کی جماعت سے ان کا رب عزوجل دنیا اور آخرت میں راضی ہے اور وہ بھی اپنے خالق و مالک رب تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہیں۔ (سورہ توبہ آیت ۱۰۰)۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ صحابہ کرام عدل و انصاف کے منبع اور سرچشمہ ہیں، ہدایت کے روشن و تابناک ستارے ہیں جن کی اطاعت و پیروی امت محمدیہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۴ مطبوعہ مجلس برکات)

صحابہ کرام کی عظمت و فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر ایک صحابی سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

(سورہ حدید آیت ۱۰)

ان کے بارے میں گڑھے جانے والے الزامات سے انہیں بری قرار دیا۔ (سورۂ نور آیت ۲۶)

انھیں اللہ کی رضا چاہنے والا، اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرنے والا سچا ایمان والا اور (دنیا اور آخرت میں) کامیاب بتایا۔ (سورۂ حشر آیت ۸ تا ۹)

جن کی شان اقدس میں گالی گلوج اور بدتمیزی کرنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا صحابی راہ خدا میں اگر تھوڑا سا "جو" صدقہ کردے تو غیر صحابی کے راہ خدا میں "احد پہاڑ" کے برابر سونا خیرات کرنے سے بھی بہتر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۳ مطبوعہ مجلس برکات)

صحابہ کرام جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر اپنا جان و مال قربان کر کے اسلام اور مذہب اسلام کے تقدس کو پامال ہونے سے بچایا۔ جن سے عشق و محبت، خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق و محبت ہے اور جن سے نفرت و عداوت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی اور بغض و عداوت کے مترادف ہے۔

(مشکواۃ المصابیح، ص ۵۵۴ مطبوعہ مجلس برکات مبارکپور)

صحابہ کرام میں سے کسی کو برا بھلا کہنے والے پر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے للہ کی لعنت فرمانے کا حکم دیا۔ (ماخذ سابق)

ان ہی باعظمت صحابہ کرام کی جماعت میں امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا ستودہ صفات ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براویت صحیح "صلح حدیبیہ" کے دن ۶/ ہجری میں اسلام قبول کیا۔

(امیر معاویہ پر ایک نظر، ص ۴۷)

آپ کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کی دعا دیتے ہوئے فرمایا الٰہی "معاویہ" کو کتاب (قرآن کریم) اور علم حساب عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا۔ (کتاب الناہیہ، ص ۱۴ مصنفہ علامہ عبد العزیز فرہاروی مولف نبراس شرح عقائد النسفی)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید دعا کی الٰہی: "معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنادے اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

(مشکواۃ المصابیح ص ۵۵۳ مطبوعہ مجلس برکات)

ترمذی نے بھی اس کی روایت کی۔

آپ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے کلام الٰہی کے ۱۳ کاتبین میں سے ایک اور کاتب خطوط بھی تھے.

(کتاب، خلاصۃ السیر از مصنفہ مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری)۔

حضرت ملا علی قاری اپنی کتاب مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے اہم شاگرد عبد اللہ ابن مبارک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا گیا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز وہ افضل

ہیں یا صحابی رسول امیر معاویہ افضل ہیں؟ تو عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے وقت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار پڑا تھا وہ غبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(کتاب الناہیہ، ص ۱۶/ مصنفہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی مولف نبراس شرح عقائد النسفی)

علامہ قسطلانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں۔“ (ماخذ سابق، ص ۱۷)۔

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ”دمشق“ فتح ہوا تو حضرت امیر معاویہ کے بڑے بھائی یزید بن ابوسفیان وہاں کے حاکم مقرر ہوئے اور اپنے بھائی کے ساتھ آپ بھی دمشق چلے گئے اور بھائی کے انتقال کے بعد امیر معاویہ ان کی جگہ حاکم بنے جس کو دوسرے خلیفہ سیدنا عمر فاروق اعظم نے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے برقرار رکھا اور پورے عہد فاروقی میں آپ دمشق کے حاکم رہے اور خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی کے عہد خلافت میں آپ پورے ملک شام کے حاکم بنا دیے گئے۔

(تاریخ الخلفا ص ۱۳۲، از علامہ جلال الدین سیوطی)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متقی، عادل اور ثقہ ہونے پر بھروسہ کرتے ہوئے صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت سائب بن یزید، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ جیسے عظیم فقیہ اور مجتہد صحابہ نے آپ سے احادیث روایت کی۔ جلیل القدر تابعین فقہا میں سے حضرت جبیر، حضرت ادریس خولانی، حضرت سعید بن مسیب، حضرت خالد بن معدان، حضرت ابوصالح سمان، حضرت ہمام بن عتبہ اور حضرت ابوقیس بن حازم وغیرہ جیسی بزرگ جماعت نے آپ سے حدیثوں کی روایتیں قبول کی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور طبرانی وغیرہ جیسے محدثین نے امیر معاویہ کی روایت کردہ حدیثوں کو قبول کیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ان سب کے نزدیک لائق اور مقبول اور مسلم صحابی تھے ورنہ تو کوئی بھلا بتائے کہ یہ جلیل القدر حضرات امیر معاویہ سے کیسے احادیث قبول کرتے اور ان کی روایات کو کیسے صحیح تسلیم کرتے؟

ان سب کے باوجود کچھ لوگ ”اہل بیت ﷺ“ کی محبت میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ جانے انجانے میں حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان اقدس میں اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے شیر خدا حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت جنگ کی جس وقت انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین سے بدلہ لینے میں تاخیر کی جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام اس جنگ میں شہید ہوئے اور اپنی جگہ اپنے بیٹے یزید پلید کو تخت نشیں کیے جس کی وجہ سے جگر گوشۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل خانہ کی شہادت کا عظیم سانحہ پیش آیا۔ اس سلسلے میں پہلے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن حجر مکی، علامہ لقانی، علامہ مناوی اور علامہ علقمی جیسے عظیم کبار علما کا کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام کے اختلافات کے بارے میں ہم اپنی زبان بند رکھیں۔ (برکات آل رسول ص ۲۷۹)

اس لیے فرمان رسالت کے مطابق تمام صحابہ انصاف ور ہیں۔

(شرح العقائد از علامہ تفتازانی)

اور پھر صحابہ کرام سے آپس میں ہوئی خطاے اجتہادی کے باوجود ایک دوسرے کا بے حد ادب کرتے تھے جیسا کہ محمد بن محمود آملی اپنی کتاب نفائس الفنون میں لکھتے ہیں کہ صحابی رسول امیر معاویہ کی ایک مجلس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت علی کی خوب تعریف کی اور حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ بہتر ہیں یا علی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

”علی کے نقش قدم ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں۔“

اور شیخ نور الحق بخاری شریف کے ترجمہ میں رقم طراز ہیں کہ:

”حضرت علی نے جب جنگ جمل میں اپنی مخالفت میں لڑنے والے صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دیکھی تو اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی“ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت امیر معاویہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی سے پوچھ لو کہ وہ بڑے عالم ہیں اس نے کہا کہ ان کے جواب سے مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے اس پر آپ نے اس سوال کرنے والے کو برا بھلا کہا اور حضرت علی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھے ان کی عظمت علم کا اندازہ نہیں، جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی سے حل کراتے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے اس شخص کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے خارج کردیا۔ (ملخص از کتاب، الناہیہ، ص ۱۲ تا ۲۸/ مصنفہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی مولف نبراس شرح عقائد النسفی)

(باقی ص: ۹ پر)...............

آخری قسط

بنگال اور اسلام-ایک تاریخی جائزہ

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

اسلام کی آمد سے قبل عرب و ہند کے روابط: ہندوستان اور عرب دنیا کے وہ ملک ہیں جو ایک حیثیت سے ہمسایہ اور پڑوسی کہے جا سکتے ہیں ان دونوں ملکوں کے بیچ صرف سمندر حائل ہے جسکی سطح پر ایسی وسیع اور لمبی چوڑی بحری سڑکیں نکلی ہیں جو ایک ملک کو دوسرے ملک سے باہم ملاتی ہیں، دونوں ملک ایک سمندر کے دو آمنے سامنے کی خشکی کے کنارے ہیں اس جل تھل سمندر کا ایک ہاتھ اگر عربوں کے ارض حرم کا دامن تھاما ہے تو دوسرا ہندوپاک کے قدم چھوتا ہے دریا کنارے کے ملک فطرتاً تجارتی ہوتے ہیں یہی پہلا رشتہ ہے جس نے ان دونوں ممالک کے قوموں کو باہم آشنا کیا۔ عرب تاجر ہزاروں برس پہلے ہندوستان اور بنگال کے ساحل تک آئے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر، شام ،یورپ ممالک تک پہنچاتے تھے اور وہاں کے تجارتی سامان کو ہندوستان کے بنگال اور جزائر ہند، چین اور جاپان تک لے جاتے تھے۔(۱۹)

بنگال اور اس کے اطراف میں اسلام کی آمد سرزمین ہند میں شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند اور مشرقی سواحل پر مسلمانوں کے قدم آئے اور ان کی نوآبادیاں قائم ہوئیں ان علاقوں میں نہ صرف یہ کہ باہر سے عرب تاجر اور مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ رفتہ رفتہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا، ہندوستان کے جزیروں میں سب سے پہلے "سراندیپ" میں اسلام کا نور چمکا اور سراندیپ ہی مسلمانوں کا پہلا مرکز بنا، دوسرا مسلمانوں کا مرکز "مالدیپ" کا جزیرہ تھا، سلطان محمد تغلق کے زمانے میں اس جزیرہ کا پورا پورا علاقہ مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں، تیسرا مرکز "ملیبار" اور چوتھا مرکز "معبر" تھا جہاں کے لوگ کافی تعداد میں مذہب اسلام کی شعاعوں سے منور ہوئے اور اسی کے ساتھ ساتھ سواحل بنگال بھی اسلام کے فیض و برکت سے مستفید ہوئے۔

ملیبار کے راجہ " پیرومل " نے نبی کریم ﷺ کا معجزہ شق القمر (چاند کا پھٹ جانا) اپنی آنکھوں سے دیکھا، اس نے اِدھر اُدھر کے لوگوں کو تحقیق حال کے لیے بھیجا بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس میں ایک پیغمبر ﷺ پیدا ہوئے ہیں اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے، راجہ یہ سن کر مسلمان ہو گیا اور عرب چلا گیا۔(۲۰)

اسی طرح اہل سرندیپ کو جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا حال عرب تاجروں کی زبانی معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی تحقیق حال کی غرض سے عرب روانہ کیا، جب وہ مدینہ شریف پہنچا تو اس وقت رسول اکرم ﷺ اس دارفانی سے رحلت فرما چکے تھے اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی وصال ہو چکا تھا اس وقت خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر مسند نشیں تھے چنانچہ وہ آپ سے ملا اور حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور پاکیزہ سیرت کے بارے میں معلوم کیا، پھر وہ مدینہ شریف واپس ہوا اور راستے میں بلوچستان میں ان کا انتقال ہو گیا انکے ساتھ ان کا ایک رفیق سفر بھی تھا جو ایک ہندی غلام تھا وہ صحیح سلامت سراندیپ پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو پیغمبر اسلام ﷺ کے تمام حالات سنائے جن سے متاثر ہو کر سراندیپ کے کافی لوگ آقائے دوعالم ﷺ پر ایمان لے آئے۔(۲۱)

بنگال میں فروغ اسلام کے تاریخی اسباب ہند جنوبی ہند اور سواحل بنگال میں اسلام کی آمد و اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب عربوں اور ہندوستانیوں کے تجارتی تعلقات تھے، عرب مسلم تاجر اور سواحل بنگال کے تجارتی تعلقات نہایت قدیم زمانے سے قائم تھے اور ان تعلقات کا آغاز عرب میں اسلام کی آمد سے بہت پہلے ہو چکا تھا البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی دینی تنظیم اور مذہبی روح نے ان تعلقات کو از سر نو مستحکم کر دیا اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال و اسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہیں لانے لگے بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت اور عزیز ترین قیمتی متاع جو عرب میں پیغمبر اسلام ﷺ کے وسیلے سے انہیں ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے اور یہاں سے اب وہ صرف مسالوں، خوشبوؤں، تلواروں اور نفیس کپڑوں کے سامان نہیں لے جانے لگے بلکہ پرجوش نومسلموں اور عقیدت مندوں کی کچھ تعداد بھی اپنے ہمراہ لے جانے لگے، ملیبار، سندھ

استاذ و مفتی ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی
kamalmisbahi786@gmail.com

گجرات،کچھ،کوکن،سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قوموں نے ان مسلم تاجروں کو فرشتۂ رحمت سمجھ کر قبول کیا عرب تاجروں نے بنگال کے تمام باشندوں سے اپنا رابطہ بڑھایا،یہاں کی زبانیں سیکھیں،ان کے اخلاق ،عادات اور رسوم کا مطالعہ کیا اور نہایت اخلاق کی نرمی اور سرگرمی سے اسلام کی تبلیغ واشاعت کی وہ تمام لوگ سب سے پہلے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے جن سے براہ راست عرب مسلمان تاجروں کے تجارتی تعلقات قائم ہوئے مسلمانوں کے معاملات کی صفائی اور ان کی امانت ودیانت ان کی خداترسی اور تقویٰ اور ان کے مثالی اخلاق عالیہ کو دیکھ کر لوگ خود بخود اسلام کی طرف کھنچتے چلے گئے ،مسلم تجار یہاں کے عام باشندوں کے ساتھ تکبر ونخوت سے پیش آنے کے بجائے بڑی تواضع اور انسانی مساوات واخوت کا اعلیٰ سلوک سے پیش آتے اور ان سے اپنے حسن اخلاق سے گھل مل جاتے اور اسلامی اخلاق کے سانچے میں انھیں ڈھالنے کی کوشش کرتے۔(۲۲)

ان عرب تاجروں نے اپنی تاجرانہ مصروفیات کے باوجود بنگال کے گردنواح کے تمام ساحلی علاقوں میں اپنی دعوت وتبلیغ کی سعی جاری رکھی اور ان سواحل پر اپنے قدم جمانے اور اسلام کی شعاعیں پھیلانے کے بعد یہ اندرون ملک بھی بڑھنا شروع ہوگئے اور بنگال کے دور دراز علاقوں میں پہنچے،وہاں کے پست حال عوام اور زمانے کے ستائے،دبے کچلے اور حوادثات زمانہ کی چکی میں پسی ہوئی پس ماندہ قوم اور عام باشندگان بنگال کو ایک جدید زندگی بخشی،انہیں اسلام کے حیات آفریں مقام اور مساوات نظام سے آشنا کیا اور بنگال کی ستم دیدہ اور ظلم رسیدہ قوموں میں امید وحیات کی ایک نئی روح پھونکی،یہی لوگ دراصل بنگال میں اسلام،اسلامی اخلاق و آداب اور تہذیب اسلام کے علمبردار بن کر آئے اور ان ہی کے دم قدم سے اسلام کی کرنیں اس دیار میں ضیابار ہوئیں۔

جب یہ عرب تاجر اور مبلغین اسلام سرزمین بنگال کو اپنے قدم سے مشرف کر رہے تھے اور دین اسلام کی تبلیغ کے ذریعے بنگال کے باشندوں میں ایمان کی روشنی پھیلا رہے تھے اس وقت خطہ بنگال میں سخت مذہبی کشمکش اور معاشرتی ہیجان برپا تھا آریہ قوم کے خود پرست اور اونچی ذات کے ہندوؤں نے قدیم پست اقوام کو ملک کے شمالی علاقوں سے ڈھکیل کر مشرق وجنوب کے غیر آباد علاقوں میں بھیج دیا تھا،شمالی علاقوں سے نکالے ہوئے بدھ مت کے پیروں کے لیے عرصہ حیات تنگ ہوچکا تھا،بدھ مت شمالی علاقوں میں شکست کھانے کے بعد جنوبی بہار اور بنگال میں پناہ لینے کی کوشش کر رہا تھا،لیکن بنگال میں سین خاندان کے برسر حکومت واقتدار آجانے کے بعد ہندوؤں نے بدھ مت کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور یہی وہ وقت تھا جب بدھ مت کے پیرووں کے ساتھ مغرور آریوں نے نہایت ظالمانہ سلوک کیا تھا اور انہیں جانوروں سے بھی بدتر سطح پر گرادیا تھا۔

یہی وہ نازک وقت تھا جب اسلام کا روح افزا پیغام لے کر اسلام کے یہ مبلغین ان مظلوموں کے لیے نجات دہندہ کی حیثیت سے یہاں آپہنچے،انہیں اسلام کی زندگی بخش دعوت دی اور ان کو یہ حیات افروز پیغام اسلام سنایا کہ اسلام ایک مکمل اور معین نظام زندگی ہے،وہ زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ایک معقول زاویہ نگاہ رکھتا ہے اسلام مظلوموں کی دستگیری کے لیے اپنے پاس ایک عادلانہ جمہوری نظام رکھتا ہے،یہاں گورے،کالے،عربی،عجمی کی کوئی تفریق نہیں ہے سب بھائی بھائی ہیں ایک انسان کو کسی دوسرے انسان پر کوئی برتری حاصل نہیں مگر صرف تقویٰ اور نیک عمل کی بنا پر،یہاں محمود وایاز شاہ وگدا،سب ایک صف میں ہوتے ہیں ،اسلام کی عبادت گاہیں ہر غریب وامیر کے لیے یکساں طور پر کھلی ہوئی ہیں،اسلام کے پاس عدل وانصاف،اخوت ومساوات انسانی کا عالمگیر نسخہ قرآن پاک موجود ہے جو انسان کی اخلاقی،معاشرتی زندگی کے استحکام کا مکمل طور پر ضامن ہے۔

جب سرزمین بنگال کے یہ ظلم رسیدہ لوگ مذہب اسلام کی ان تعلیمات سے واقف ہوئے تو وہ اسلام کی طرف خود ہاتھ پھیلا پھیلا کر بڑھے اور اسلام کی آغوش رحمت کی جانب لپکے،جو غریب کاشتکار اور چھوٹے چھوٹے پیشے والے تھے،ان سب کے لیے اسلام ایک خدائی رحمت تھا جو آسمان سے انہیں پناہ دینے کے لیے آیا تھا۔(۲۳)

بنگال میں مسلمان تاجروں اور مبلغین اسلام کی آمد کے وقت بودھ مت کا بنگال سے زوال شروع ہوچکا تھا،برہمنون کے اقتدار اور ان کے شدید ظلم وجور نے بنگال کے عوام کو اس قدر پست اور ذلیل کردیا تھا کہ ان کی زندگی دوبھر ہوگئی تھی اور وہ پیدائشی غلاموں سے بھی بدتر زندگی بسر کر رہے تھے ایسے حالات میں جب مذہب اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور انسانی حقوق سے متعلق پیغامات کو عام کرتے ہوئے مسلمان سیاح وتجار بنگال پہنچے اور یہاں بودوباش اختیار کی تو اس بات نے برہمن ازم کو یہاں ایک صریح زک دی اور دن بدن بدھ مت زوال پذیر ہونے لگا عام ہندو آبادی کے ساتھ مسلمانوں کے ربط و تعلق اور میل جول کا نتیجہ بنگال کی ذات پات کی تاریخ میں بہت پہلے ظاہر ہوا اور پرانے عقیدوں کے علم برداروں (پست اقوام) کو برہمن ازم کے زوال سے بڑا ہی اطمینان نصیب ہوا اور یہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے ،ان پس ماندہ قوموں کے دلوں میں،اسلام اکابرین اسلام اور اس عہد کے

سچے مسلمانوں کی محبت جاگزیں ہونے لگیں اور اسلام کی آغوش رحمت میں آنے کے لیے بے تاب ہوئے، یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر بنگال میں اسلام کی اشاعت کو بڑی تقویت پہنچی اور یہاں کے عام باشندے جوق در جوق اسلام کی آغوش میں آکر پناہ گزیں ہوئے۔(۲۴)

بنگال کی تاریخ میں یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جنوبی ہند کے سواحل اور بنگال پر عرب تجار عہد اسلام سے قبل بھی آتے رہتے تھے اور پھر اس کے بعد عہد اسلام میں آٹھویں صدی عیسوی ہی سے مسلم عرب تجار اور سیاح "چین" جاتے ہوئے بنگال کے سواحل سے گزرتے تھے اور بنگال کے ان ساحلی علاقوں میں سیاحت وتجارت کے سلسلے میں قیام بھی کرتے تھے، ان مسلمان تاجروں اور مسلم سیاحوں کی مسلسل آمد و رفت کی وجہ سے بنگال کے سواحل خطوں پر دعوت اسلام کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا اور بنگال کے لوگ غیر محسوس طور پر آغوش اسلام میں پناہ گزیں ہونے لگے تھے۔

بنگال میں اسلام کے فروغ کے اسباب میں ایک سبب تاریخی لحاظ سے یہ بھی ہے کہ افغانوں کے جو مختلف گروہ بنگال میں آکر آباد ہوتے گئے ان کے اثر و نفوذ اور کوشش اور دعوت دین و تبلیغ اسلام سے بنگال میں اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی، ان افغانوں نے یہاں کی نومسلم عورتوں سے شادیاں بھی کیں اور ان سے جو اولادیں پیدا ہوئیں وہ بہر حال مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کرتی رہیں، بنگال میں جب قحط پڑتا تو یہاں کے غریب نادار اور لاوارث بچوں کو قحط کے زمانے میں مسلمان اپنے ہاں پناہ دیتے اکثر بچوں کے غیر مسلم ماں باپ مسلمانوں کو رحم دل جان کر اور انسان دوست سمجھ کر اپنے بچوں کو خود مسلمانوں کے سپرد کر دیتے وہ بچے جب مسلمان گھرانوں اور اسلامی ماحول میں پلتے اور مسلمانوں کے اخلاق حسنہ اور اعلی سلوک سے متاثر ہوتے اور اسلامی تعلیم و تربیت کی فضا میں نشو نما پاتے تو خود بخود اسلام قبول کر لیتے، اس طرح اسلام کے حلقہ بگوشوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔(۲۵)

جو مبلغین اسلام سرزمین عرب سے سواحل بنگال تشریف لائے ان کی خوبی یہ تھی کہ وہ باخدا لوگ تھے جو اسلام کی اعلی تعلیمات و عمدہ اخلاق کا عملی نمونہ تھے وہ اسلامی توحید کا حیات بخش پیغام اسلامی اخوت و مساوات کا روح پرور مکمل نظام اور تمام انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ جانفزا بنگال کی ایک ایسی قوم کے پاس لائے تھے جن کو ان کے علاوہ ساری دنیا ذلیل و خوار سمجھتی تھی، اسلام کی تعلیمات بڑی سادہ نہایت اہم اور تمام تر موثر اور دلنشیں ہونے سے ان کے دلوں میں جلد تر گھر کر جاتی تھیں نیز ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد وہ کبھی دوسرے مذہب کی طرف توجہ نہیں کر سکتے تھے، بنابریں بنگال کے نو مسلم ہندو اور ان کی اولاد ہمیشہ کے لیے اسلام کی آگوش میں بڑی استقامت کے ساتھ رہتی چلی آتی تھی، اس طرح اسلام بنگال کے اس سرسبز و شاداب اور زرخیز خطہ میں بڑی تیزی اور وسعت سے شائع ہوتا گیا۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنگال کی سرزمین پر مشائخ طریقت اور صوفیائے کرام و علماء عظام بھی مسلمان تاجروں کے ساتھ اور ان کے بعد مبلغین اسلام کی حیثیت سے تشریف لے آئے ان کی اسلامی اور روحانی تعلیمات اور اخلاقی و روحانی فیوض و برکات کی روشنی سے بنگال کا گوشہ گوشہ چمک اٹھا یہ اکابر دین اور صوفیاء کرام سر زمین بنگال تشریف لائے، یہاں اپنی زندگی بسر کی اور اسلام کی تبلیغ اور علوم اسلام کی ترویج فرما کر بڑے بڑے اہم دینی کارنامے انجام دیئے بلاشبہ ان کی ذاتی سیرت عالیہ اور اخلاق کا اثر اسلام کے فروغ اور اس کی روشن تعلیمات کو پھیلانے میں بے حد دخیل رہا، اور بنگال کے طول و عرض میں ان کی گراں قدر تعلیمات اور روشن خدمات نے دنیا پر گہرا نقش چھوڑا، جن کی بابت بنگال میں اسلام کی اشاعت کی کوشش بلیغ کرنے کے تاریخی واقعات مختلف تذکروں اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں موجود ہیں، جن کو یکجا کرنے سے ان کی تبلیغی علمی اور تہذیبی کارناموں کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے ان بزرگوں میں سے اکثر کے مزارات اب بھی مرجع عام و خاص ہیں۔

خاندان تغلق کی حکومت کے آخر عہد میں غوث العالم سلطان حضرت سید مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سمنان کی بادشاہت کو ٹھکرا کر پورے ہندوستان کی سیاحت کرتے ہوئے مالدہ بنگال پہنچے حضرت شیخ اخی سراج آئینہ ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ حضرت شیخ علاء الحق والدین گنج نبات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پنڈوہ شریف حاضر ہوئے اور وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد جون پور کے فرماں رواں سلطان ابراہیم شرقی کو ایک خط لکھا جس سے بنگال کی سرزمین پر داعیان اسلام اور صوفیہ کرام کی تبلیغ دین کے اثرات کی پوری پوری عکاسی نظر آتی ہے لکھتے ہیں "الغرض بنگال میں کوئی شہر قصبہ اور گاؤں ایسا نہیں ہے جہاں صوفیاء اور اولیاء اللہ داعیان اسلام آکر آباد نہ ہو گئے ہوں"۔(۲۶)

بنگال کی سرزمین جن صوفیہ کرام اور علمائے عظام کے فیوض و برکات روحانی سے منور اور روشن ہوئی ان میں سے چند مشہور صوفیہ کرام کے اسمایہ ہیں۔

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری حضرت امیر خسرو

دہلوی، حضرت اخی سراج الدین عثمانی معروف اخی سراج، حضرت شیخ علاء الحق گنج نبات پنڈوی، حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، غوث العالم حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی، حضرت شیخ نورالدین المعروف بہ قطب العالم پنڈوی مخدوم شیخ حافظ زاھد بندگی، شیخ مخدوم حسام الدین مانک پوری، حضرت شیخ مخدوم احمد عبدالحق رودولوی، حضرت شیخ جلال الدین گجراتی، حضرت شیخ جلال الدین یمنی فاتح حضرت شیخ ابراہیم بنگالی بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام نمایاں ہیں۔

ان بزرگوں نے بنگال کے مسلمانوں میں اسلام کی احیاء کی تجدید کی اور اسلامی جہاد کی روح پھونکنے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا وہ اسلامی تاریخ بالخصوص بنگال کی اسلامی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بنگال میں اسلام جبر واکراہ سے نہیں پھیلا بلکہ جو عربی تجار بنگال آئے ان عرب تاجروں کے لباس میں خود علما صوفیہ کرام یا ان کے ہم راہوں میں صوفیہ کرام اور اولیاء کرام کی معتدبہ جماعتیں تھیں جنھوں نے اسلام کی دعوت کا فریضہ نہایت خوش اسلوبی اور مستعدی سے انجام دیا ان اکابرین نے تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنے مثالی اخلاق عالیہ کی تلوار سے، طہارت و پاکیزگی نفس کی توپ سے اسلامی سیرت کی بلندی کردار اور پختگی کے تفنگ سے ان پسماندہ مظلوموں کے قلوب کو فتح کیا ان باتوں کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے برصغیر ہندوپاک کے مقامات کی طرح بنگال کے اضلاع میں بھی نو مسلموں کی اکثریت آبادی ایسے شہروں میں نہیں ہے جو کسی زمانے میں اسلامی سلطنت کا دارالحکومت اور پایہ تخت رہتے تھے، بلکہ مسلمانوں کی جس قدر اکثریت بھی ہے وہ دیہاتوں میں ایسے اضلاع میں ہی ان کی کثیر آبادی ہے جہاں مغربی صوبوں سے گئے ہوئے نو آباد مسلمانوں کے خاندان کا نام ونشان تک نہیں ہے، یہ اس حقیقت کا روشن ثبوت ہے کہ بنگال میں طاقت اور حکومت کے دباؤ اور اثر سے اسلام کی اشاعت ہرگز نہیں ہوئی اگر ایسا ہوتا تو ایسے مقامات میں جو اسلامی دارالسلطنت رہ چکے تھے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہونی چاہئے تھی کہ ایسے مقامات ہی اسلامی حکومت کے زیر اثر واقتدار سے لازمی طور پر زیادہ متاثر ہوسکتے تھے۔

ان تاریخی شواہد سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ یورپین مستشرقین کی منظم کذب بیانی اور دروغ گوئی اور آریہ دستوں کے سفید جھوٹ کی سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا تھا ان حقائق کے اجالے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام صرف بنگال ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں میں مبلغین اسلام کے اعلی کردار اور اخلاق حسنہ سے پھیلا ہے۔

سرزمین بنگال میں فروغ اسلام کے تعلق سے یہ تاریخی حقیقت بھی خاص اہمیت ہے کہ بارہویں صدی کے اخیر میں بختیار خلجی نے بہار اور بنگال کو فتح کرکے اول اول اسلامی سلطنت یہاں قائم کی اور گوڑ کو بنگال کا پایہ تخت قرار دیا اور یہاں کافی مدت تک اسلامی حکومت قائم رہنے کی وجہ سے قدرتاً اسلام کی زیادہ سے زیادہ ترقی ہوئی، مگر درمیان میں دس برس کے لیے راجہ کانیس (kanis) عہد میں ۱۳۸۵/۸۷ء ہندوؤں کا راج پھر بنگال میں قائم ہوگیا

اس راجہ کے عہد میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی قطعا حاصل نہ تھی، مسلم رعایا طبعا راجہ کو ناپسند کرتی تھی کہ اس نے شہزادۂ مرشد غوث العالم حضرت نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اہل خاندان پر جو بنگال کے مسلمانوں میں بڑی عظمت واحترام اور قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، سخت مظالم ڈھائے، لیکن خدا کا کرم اور حضرت نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے فیض سے راجہ کے بیٹے "جٹ مل" نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا، جس کی مختصر تاریخ حسب ذیل ہے۔

۱۴۰۴ء میں جب جٹ مل کا باپ راجہ کینس مرگیا تو جٹ مل نے راج کے تمام سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا عزم ظاہر کیا اور کہا "اگر یہ ہندو سردار اور امرا مجھے تخت حکومت پر بیٹھنے کی اجازت میرے تبدیل مذہب کی وجہ سے نہ دیں گے تو میں بڑی خوشی سے اپنے بھائی کے حق میں حکومت سے دست بردار ہو جاؤں گا" سرداروں نے جب یہ گفتگو سنی ایک زباں ہوکر بول اٹھے "راجہ کو اختیار ہے جو مذہب چاہے اختیار کرلے ہم ہر حال میں اسے اپنا فرماں رواں تسلیم کرلیں گے" "اس کے بعد "جٹ مل" نے بہت سے علمائے اسلام کو مدعو کیا تاکہ سر دربار جب وہ ہندو دھرم ترک کرکے اسلام کی آغوش میں آنے کا اعلان کرے تو یہ علمائے کرام بھی اس واقعہ کے عین شاہد رہیں چنانچہ "جٹ مل" نے اسلام کا اعلان کرنے کے بعد اپنا اسلامی نام "جلال الدین محمد شاہ" رکھا، اس راجہ کے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ کافی رعایا بھی دامن اسلام کے جھرمٹ میں آئے راجہ کے مسلمان ہونے کا اثر یہاں کی ہندو رعایا پر نہایت گہرا پڑا، چنانچہ اس راجہ کے عہد میں بکثرت ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ (۲۷)

مختصر یہ کہ عرب کے تاجروں مبلغین وداعیان اسلام اور ہندوستان کے فقراء، درویشوں، علمائے کرام اور صوفیہ عظام کی دعوت و تبلیغ، ان کی

مسلسل جدوجہد، تگ ودو اور ان کے اثر و نفوذ سے بنگال کے عام باشندوں میں اسلام اور اسلامی تعلیمات بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ پھیلیں اور یہاں کے عوام کافی حد تک اسلام سے متاثر ہوئے نیز خود ہندوؤں میں بہت سے ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اپنے اندر اصلاحات کیے جن جماعتوں یا افراد نے اسلامی عقائد، اصول اور اسلامی تعلیمات کو پوری طرح اختیار کیا وہ تو اسلام کے دائرے میں پوری طرح آگئے باقی بہت سے ایسے بھی لوگ تھے جن تک اسلامی تعلیمات صحیح اور پوری طرح نہ پہنچ سکیں انہوں نے صرف بعض اچھی باتیں اسلام سے لے کر ایک نئے مذہب یا فرقہ کی بنیاد ڈال دی اور پھر رفتہ رفتہ اس فرقہ کے بانی کی حیثیت عام جہالت اور اس کے پیروں کے فرط عقیدت اور غلو کی وجہ سے اوتار سمجھی جانے لگی۔(۲۸)

جہاں تک کمیت کا تعلق ہے بنگال میں اسلام کے اثرات بڑی وسعت اور سرعت سے پھیلے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں تک کیفیت کا تعلق ہے اسلام کی تعلیمات کی باضابطہ مسلسل منظم اور ہمہ گیر تعلیم و تربیت کا انتظام یہاں نہ ہونے کی وجہ سے پورا پورا اسلامی رنگ یہاں کی پوری اجتماعی زندگی میں نہ رچ سکا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی بنگال کی دیہاتوں میں بہت سے خاندان ایسے ملیں گے جن کے اندر بہت سی غیر اسلامی اور ہندوانہ رسمیں موجود ہیں اور بہت سی ایسی باتیں تہذیبی نقطہ نگاہ سے نظر آئیں گی جو اسلامی تعلیمات کی روح سے کوسوں دور ہیں اور ہندو تہذیب کی غمازی کرتی ہیں۔

بنگال کے قدیم مذاہب پر مذہب اسلام کے اثرات بنگال کی سر زمین پر جب اسلام آیا تو اسلامی تعلیمات نے بنگال کے قدیم مذہبی عقائد و تہذیب اور اس کی اجتماعی زندگی پر نہایت گہرا اثر ڈالا، چنانچہ دنیش چندر سین اس تعلق سے لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کی آمد کے بعد بنگال میں شکتی اور وشنو دھرم زوال پزیر ہونا شروع ہوگئے اور وشنو دھرم کی لاشخصیت کے تخیل کو ہندو تصوف اور باطنیت کے ساتھ ساتھ تدریجاً پس پشت پھینک دیا گیا۔(۲۹)

یہی مصنف اپنی کتاب ہسٹری آف بنگال میں بنگال کی مذہبی زندگی کے تاریخی حالات کے باب میں یوں رقم طراز ہیں :

"جب بنگال میں اسلام آیا تو اسلام کا نہایت صاف سادہ عقیدہ اور جمہوری نظریہ تھا اس کی آفاقی فکر و بلند عالمگیر نصب العین نے قدیم ظالم سوسائٹی کی پیدا کردہ تمام تفریق و امتیاز کے بت توڑ ڈالے، اسلام نے انسانی مساوات و اخوت کی تعلیم دی اور صاف لفظوں میں یہ بتایا کہ ایک خدا کے ماننے والے تمام انسان ایک ہیں۔ انسانی حیثیت سے بالکل برابر درجہ رکھتے ہیں کسی انسان کو کسی انسان پر انسان ہونے کی حیثیت سے کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں ہے، غرض اسلام نے رنگ نسل اور تمام جغرافیائی امتیازات کو مٹا کر خدائے واحد کی پرستش کی ایک لڑی میں سب انسانوں کو منظم کر دیا"(۳۰)

دنیش چندر سین اسلام کی برتری اور اس کے حیات بخش ہونے کا اعتراف اپنے الفاظ میں ایک دوسرے مقام پر یوں کیا ہے:

"مسلمان اپنے ساتھ ایک موثر، قوی، زندہ اور حیات بخش مذہب و عقیدہ لے کر بنگال میں وارد ہوئے، ان کا قرآن پاک جس کے منزل من اللہ ہونے پر وہ ایمان رکھتے ہیں اور جو ان کے اندر ایمانی روح پھونکتا ہے اور ان کے دلوں میں یہ بات اتار دیتا ہے کہ اسلام کا خدا ایمان والوں کی مدد کرتا ہے اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کو ہلاک و برباد کرتا ہے اس کی یہ تعلیم خالص اسلامی توحید کی دعوت نے بنگال کے پورے علاقہ پر نہایت گہرا اثر ڈالا اور مذہب اسلام کے طریقہ عدل و مساوات و اخوت نے اپنی فضیلت و برتری تمام دوسرے مذاہب پر قائم کر دی"۔(۳۱)

عہد برطانوی میں بنگال میں برہمو سماج کے بانی "راجہ رام موہن رائے" اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بہت متاثر ہوا اسلام سے خالص توحید اخذ کر کے اپنی اصلاحی تعلیمات میں شامل کیا اور "کتاب الموحدین" نام سے ایک کتاب فارسی زبان میں خود تحریر کیا دیباچہ عربی میں لکھا" راجہ رام موہن رائے "نے عربی و فارسی کی اعلی تعلیم پٹنہ میں مسلمان اساتذہ و علما کی خدمت و صحبت میں حاصل کی تھی اور ان پر اسلام کے بنیادی عقیدہ "عقیدہ توحید" کی صداقت کا گہرا اثر تھا۔

"ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور" برہمو سماج عقیدہ کے پیشرو تھے، ان کے والد فارسی کے اچھے فاضل تھے اور اسلامی تعلیمات سے بے حد متاثر تھے مشہور ہے کہ "دیوان حافظ" ہر وقت ان کے سرہانے رکھا رہتا تھا شانتی نکیتن کے حدود میں مورتی پوجا اور شراب پینے کی اب بھی ممانعت ہے ٹیگور خاندان پر اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش اب بھی ثبت ہیں، لباس، پوشاک، خوراک اور معاملات مسلمانوں جیسے ہیں۔(۳۲)

(۱۹) عرب و ہند کے تعلقات، ص،۶ (۲۰) عرب و ہند کے تعلقات، ص،۱۵۷
(۲۱) عجائب الہند، ص،۱۵۷ (۲۲) تاریخ بنگال جلد اول، ص،۲۱۰
(۲۳) عہد اسلامی کا بنگال، ص،۱۶۶ (۲۴) عہد اسلامی کا بنگال، ص،۱۷۰
(۲۵) عہد اسلامی کا بنگال، ص،۱۶۱ (۲۶) عہد اسلامی کا بنگال ص،۱۶۵
(۲۷) عہد اسلامی کا بنگال، ص،۱۶۰ (۲۸) عہد اسلامی کا بنگال، ص،۱۵۹
(۲۹) ہسٹری آف بنگال، ص،۲۲۵ (۳۰) ہسٹری آف بنگال، ص،۲۱۲
(۳۱) ہسٹری آف بنگال، ص،۲۱۹ (۳۲) عہد اسلامی کا بنگال، ص،۱۷۱

تفسیر نگاری میں امام احمد رضا کا مقامِ امتیاز

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

جلال الملۃ و الدین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مفسر اس وقت تفسیر قرآن لکھنے اور بیان کرنے کا حق رکھتا ہے جب وہ کم از کم درج ذیل علوم پر ضروری دسترس رکھتا ہو ورنہ وہ تفسیر نہیں تحریف قرآن کا مرتکب ہوگا:

علم اللغہ، علم نحو، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرأت، علم اصولِ دین، علم اصول فقہ، علم اسباب نزول، علم قصص القرآن، علم حدیث، علم ناسخ و منسوخ، علم محاوراتِ عرب، علم تاریخ اور علم اللدنی۔(۱)

درج بالا شرط میں مذکور علوم کو ذہن میں رکھ کر اعلیٰ حضرت کی حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کی ذات میں مفسرانہ صلاحیتیں موجود تھیں کیوں کہ رب قدیر نے آپ کو بے شمار محاسن و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ کو پچاس علوم وفنون اور جدید تحقیق کی روشنی میں ایک سو پانچ علوم وفنون پر کامل دسترس تھی جن میں مذکورہ علوم بھی شامل ہیں اور اس پر آپ کی چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار تصانیف شاہد عادل ہیں ،ان تصنیفات میں آپ نے ایسی ایسی نادر ونایاب تحقیق پیش کی ہے جسے دیکھ کر بڑے بڑے محققین وماہرین فن نے اس کا برملا اعتراف کیا کہ آپ کو ہر فن پر کامل عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہمہ جہت اور ہشت پہلو شخصیت اور مختلف النوع خدمات پر بہت کچھ لکھا گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے ، انہیں جہات میں سے ایک جہت آپ کی مفسرانہ شان اور تفسیری خدمات ہے جس پر کچھ تحریر کرنے کی سعی کی جارہی ہے۔

اس بات کی وضاحت کر دیا جانا ضروری ہے کہ مجددِ اعظم امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے پورے قرآن کی تفسیر نہیں تحریر فرمائی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے میدان تفسیر میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا بلکہ آپ کی تصانیف میں جو بکھری ہوئی قرآنی ابحاث اور تفسیری عبارتیں ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ آپ نے فن تفسیر کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا اور فن تفسیر میں بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بکھرے ہوئے انہیں قرآنی ابحاث اور تفسیری نکات میں سے چند کی روشنی میں ذیل میں آپ کی تفسیری خدمات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سیادتِ مطلقہ کے تعلق سے اعلیٰ حضرت نے آیت مبارکہ " وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" (۲) (ترجمہ : اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے) نقل فرمائی جس سے بالکل واضح ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کی طرف ہوئی ۔ اس آیت کی تفسیر میں آپ نے ایک دوسری آیت " تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا" (۳) (ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو) جس سے سارے جہان کے لیے حضور ﷺ کے رسالت کا ثبوت ہوتا ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کے بعد اعلیٰ حضرت مزید تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

" علما فرماتے ہیں : رسالت والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے، اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ "اجلال جبریل" ۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر وارض وسماء وجبال وبحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطہ عامّہ ودائرہ تامّہ میں داخل ، اور خود قرآن عظیم لفظ " عٰلمین " اور روایت صحیح مسلم میں لفظ " خلق " وہ بھی مؤکد "بکلمہ کافّۃ"۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور

سیدالمرسلین ﷺ فرماتے ہیں :

" مامن شیٔ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس"

کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو، مگر بے ایمان جن وآدمی "۔ (۴)

(۲) عقیدۂ ختمِ نبوت ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کرے کافر و مرتد ہے۔ اس کے ثبوت میں آیتِ کریمہ " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا" (۵) (ترجمہ: محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے) پیش کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر، تفسیر القرآن بالحدیث کے قاعدہ پر کرتے ہوئے متعدد حدیثیں بیان فرمائیں۔ اس کی تفصیل کے لیے " جامع الاحادیث جلد پنجم " اور " جزاء اللہ عدوّہ بابائہٖ ختم النبوّۃ" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضور تاجدارِ مدینہ کے خاتم النبیین ہونے کے تعلق سے معلومات کے لیے اعلیٰ حضرت کا رسالہ " المبین ختم النبیین " کا مطالعہ مفید ہوگا جو فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴ میں موجود ہے۔

(۳) تبذیر و اسراف عام طور سے بولے جانے والے الفاظ ہیں، قرآنِ مجید میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں لیکن دونوں الفاظ ہم معنیٰ ہیں یا نہیں ؟ اس کی تفسیر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر القرآن باٰثار الصحابہ کے طریقے پر فرمائی۔ چناں چہ آپ کا قلم یوں رقم طراز ہے کہ تبذیر کے بارے میں علما کے دو اقوال ہیں۔

" قولِ اول : وہ (تبذیر) اور اسراف دونوں کے معنیٰ ناحق صرف کرنا ہیں "(یعنی دونوں ہم معنیٰ ہیں)۔ (۶)

دلیل میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال پیش کرتے ہوئے فرمایا :

" اقول: یہی صحیح ہے کہ یہ وہی قول حضرت عبد اللہ ابن مسعود حضرت عبد اللہ ابن عباس اور عامۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، قولِ اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی: " کنا اصحاب محمد ﷺ نتحدث ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ "ہم اصحاب محمد ﷺ یہ بیان کرتے تھے : تبذیر غیر حق میں خرچ کرنے کا نام ہے"۔ (۷)

اس کے بعد آپ نے مزید چند روایتیں نقل فرمائیں۔ پھر قولِ ثانی بایں الفاظ بیان فرمائے:

"قولِ ثانی : ان (دونوں) میں فرق ہے۔ تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے"۔ (۸)

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک اثر " لا تبذر تبذیراً لا تعط فی المعاصی " نقل فرمایا اور مزید آگے لکھتے ہیں :

"اقول: اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو از انجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت "لاتعط فی المعاصی" (اس کی نافرمانی میں مت دے) کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم۔ (۹)

(۴) یوں ہی ایک مرتبہ ایک سائل نے آپ سے استفسار کیا کہ بعض نمازیوں کو بکثرتِ نماز ناک اور پیشانی پر سیاہ داغ ہو جاتا ہے اس سے رحمتِ خداوندی کا حصہ ملتا ہے کہ نہیں۔ زید کہتا ہے کہ جس کے دل میں سیاہ داغ ہوتا ہے اس کی شامت کی وجہ سے اس کی ناک یا پیشانی پر کالا داغ ہوتا ہے۔ اس استفسار کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفسرانہ جوہر بکھیرتے ہوئے فرمایا کہ اس نشانی کی تفسیر میں صحابہ و تابعین کے چار قول ماثور ہیں۔ پھر ان چاروں اقوال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے دو قول اقویٰ اور اقدم ہیں اور ان میں سے بھی پہلا قول سب سے قوی ہے اور قول سوم قدرِ ضعیف اور قول چہارم سب سے ضعیف تر ہے اور آیتِ مبارکہ " سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ " (۱۰) (ترجمہ :ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے) کا ایسا مفہوم بیان فرمایا جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے ساتھ ہی ان خیالات کا بھی ازالہ فرمایا جو آیتِ مذکور سے سمجھے جاتے ہیں۔ (۱۱)

(۵) حضور نبی کریم ﷺ کو انبیائے کرام و مرسلینِ عظام کے درمیان جو امتیازی شان و فضیلت حاصل ہے وہ قرآن کی سورتوں سے بالکل ظاہر ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدنی تاجدار ﷺ کی افضلیت مطلقہ پر آیت میثاق " وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ

لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ" (۱۳) (اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمھارے ساتھ گواہوں میں ہوں) سے گفتگو فرمائی اور پھر مختصراً اس آیت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

" اقول باللہ التوفیق پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا" ۔ (۱۳)

اس کے بعد اُس اختصار کی تفصیل کرتے ہوئے آیت کی تفسیر میں آیت میں موجود دس مؤکدات اور ان مؤکدات میں پوشیدہ نکات بیان فرمائے اور آخر میں تحریر فرمایا :

" اللہ، اللہ ! یہ وہی اعتنائے تام واہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے:

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْھُمْ اِنِّیْٓ اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْہِ جَھَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۔

جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستم گاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جز اول لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جز دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیا و مرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے" ۔ (۱۴)

(۶) یوں ہی کسی سائل نے " عبد المصطفیٰ " نام رکھنے کے متعلق آپ سے استفسار کیا تو آپ نے اس کے جواب میں " وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَآئِکُمْ " (۱۵) (اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا) سے استدلال فرمایا، اس کے بعد تفسیر القرآن بالحدیث کے قاعدہ پر آیت کی تفسیر اولاً ایک حدیث پاک سے کی جو بخاری شریف و مسلم شریف اور باقی دیگر صحاح میں موجود ہے اور پھر اپنے موضوع کو دیگر احادیث مبارکہ سے مزین فرما کر آیت مذکورہ کو آیت کریمہ :

" قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ . اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا . اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ " (۱۶)

(ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے) سے مدلل فرمایا۔ (۱۷)

(۷) آیت وسیلہ " یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ " (۱۸)

(ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔)

کے بارے میں آپ سے سوال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر اس انداز میں بیان فرمائی کہ پہلے وسیلہ کے تمام شقوں کو مفصل بیان فرمایا پھر آیت کو سلف صالحین کے اقوال وفرمودات سے مرصع کر کے پیری و مریدی کے تمام قسموں کو واضح فرمایا اور سچے اور جھوٹے پیروں اور فقیروں کی پہچان بتائی اور آخر میں اس کی ایسی تحقیق " حاصلِ تحقیق " کے عنوان سے تحریر فرمائی کہ خود اعلیٰ حضرت کے قول کے مطابق سابقہ کتابوں میں یہ تحقیق مفقود ہے۔ فائدہ کے پیشِ نظر " حاصل تحقیق " کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

" (۱) ہر بد مذہب فلاح سے دور، ہلاک میں چور ہے مطلقاً بے پیرا ہے اور ابلیس اس کا پیر، اگر چہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو کہ خو پیر ہے راہِ سلوک میں قدم رکھے یا نہ رکھے ہر طرح " لا یفلح و شیخہ الشیطان " کا مصداق ہے۔

(۲) سنی صحیح العقیدہ کہ راہِ سلوک میں نہ پڑا اگر فسق کرے راہِ سلوک پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا ہے نہ اس کا پیر شیطان ہے جس شیخ جامع شرائط پیر سے مرید ہوا، اس کا مرید ہے ورنہ مرشدِ عام کا۔

(۳) یہ اگر تقویٰ کرے تو فلاح پر ہے اور بدستور اپنے شیخ یا

مرشدِ عام کا مرید، غرض شئی کہ مضائق سلوک میں پڑا کسی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا نہ شیطان کا مرید، ہاں فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور متقی ہو تو مفلح بھی ہے۔

(۴) اگر مضائق سلوک میں بے پیرِ خاص قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں، نہ کوئی مرض مثلِ عجب یا انکار پیدا ہوا تو اپنی حالت پر ہے اس میں کوئی تغیر نہ آیا، شیطان اس کا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا تو فلاح پر بھی ہے۔

(۵) یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بہ حالتِ انکار و فسادِ عقیدہ مریدِ شیطان بھی ہوگیا۔

(۶) اگر راہ کھلی تو جب تک پیرِ ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے، اس بے پیرا کا پیر شیطان ہوگا اگر چہ بظاہر کسی ناقابل پیر محض شیخ ایصال کا مرید ہو یا خود شیخ بنتا ہو۔

(۷) ہاں اگر محض جذب ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دور ہے اور اس کے پیر رسول اللہ ﷺ"۔ (۱۹)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی جو تفسیر اور اس کے ضمن میں جو باتیں رقم فرمائیں ہیں اور آخر میں جو تحقیق و تفصیل پیش فرمائی ہے وہ ایسے نادر و نایاب ہیں جن سے کتبِ اسلاف خالی ہیں۔ یہ میں نہیں بلکہ خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحدیثِ نعمت کے طور پر اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہے:

"الحمد للہ یہ وہ تفصیلِ جمیل اور تحقیقِ جلیل ہے کہ ان اوراق کے سوا کہیں نہ ملے گی، بیس برس ہوئے جب بھی یہ سوال ہوا اور ایک مختصر جواب لکھا تھا جس کی تکمیل و تفصیل یہ ہے کہ اس وقت قلبِ فقیر پر فیضِ قدیر سے فائض ہوا"۔ (۲۰)

(۸) اسی طرح جب آیتِ کریمہ:

"اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ" (۲۱)

(ترجمہ: یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا)

کی تفسیر کے لیے اعلیٰ حضرت نے قلم اٹھایا تو اس کی تفسیر کرتے ہوئے (۸۰) حقوقِ اولاد شمار کرائے جو سب کے سب آیت کی تفسیر سے متعلق اور احادیث مبارکہ مرفوعہ سے مستنبط و مستخرج ہیں۔ جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علمائے کرام نے اپنی کتبِ جلیلہ (ذی شان کتابوں) مثلِ: "احیاء العلوم" و "عین العلوم" و "مدخل" و "کیمیائے سعادت" و "ذخیرۃ الملوک" وغیرہا میں حقوقِ ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرض فرمایا (یعنی: ان مذکورہ کتابوں میں علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بچوں کے حقوق پر بہت ہی کم کلام فرمایا) مگر میں صرف احادیث مرفوعہ حضور پرنور سید دوعالم ﷺ (حضور پُرنور سیدِ دوعالم ﷺ کی مرفوع حدیثوں) کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ (۲۲)

یہ اسی حقوق اولاد جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیثِ مرفوعہ سے ثابت فرماءے اگر ان احادیث کریمہ کو بحوالہ تفصیل کے ساتھ رقم فرماتے اور پھر ان احادیث کی مختصر شرح فرماتے تو ایک ضخیم نہیں تو کم از کم ایک متوسط رسالہ ضرور معرض تحریر میں آجاتا نیز جو حقوق شمار کرائے بڑی بڑی کتابوں میں بھی اس کی نظیر نہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عطیۂ الٰہی پر حمد و شکر بجالاتے ہوءے خود ان باتوں کی صراحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

فضلِ الٰہی جل وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع و جامع واقع ہو (ایسی کامل اور فائدہ مند ثابت ہوگی) کہ اس کی نظیر کتبِ مطوّلہ (بڑی بڑی کتابوں) میں نہ ملے اس بارے میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ و نظر میں ہیں انہیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے (اگر ان احادیث کو تفصیل کے ساتھ بحوالہ لکھوں) تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف افادہ احکام (جب کہ مقصود صرف احکامِ شرعیہ سے آگاہ کرنا ہے)، لہٰذا سرِ دست فقط (اس وقت صرف) وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمالِ تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں (یعنی مختصر طور پر حدیثوں کا مکمل خلاصہ پیش کرتا ہوں) وباللہ التوفیق۔ (۲۳)

ذوق کی تسکین اور آپ رضی اللہ عنہ کے شمار کرائے ہوئے حقوقِ اولاد سے تفصیلی استفادہ کے لیے "مَشْعَلَةُ الْاِرْشَادِ فِيْ حُقُوْقِ الْاَوْلَادِ" کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے جو "اولاد کے حقوق" کے نام سے اکثر کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

(۹) آیت کریمہ "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ" (۲۴)

(ترجمہ: بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر)

وہ آیت ہے جس کو غیر اہل سنت سماعِ موتی کی نفی کی دلیل میں پیش کرتے ہیں لیکن ان کا اس آیت سے سماعِ موتیٰ پر استدلال صحیح ہے اور کیا

واقعی یہ آیت نفیِ سماعِ اموات پر دلالت کرتی ہے یا اس سے سماعِ اموات کے اثبات ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت کی تفسیری مہارت کہ آپ نے نفیِ سماعِ موتیٰ میں اس آیت کو دلیل بنانے کو نہ صرف باطل ٹھہرایا بلکہ اسی آیت سے سماعِ اموات کو تین طریقوں سے ثابت فرمایا جن میں اول، بر سبیل منع اور دوم و سوم بر سبیلِ قبول۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں :

" جوابِ اول : آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے۔ نہ نفیِ سماع، پھر اسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیہ کریمہ "اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ " ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا " وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ " یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: "اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ"(بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ ت) وہی حاصل ہوا کہ اہلِ قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عز وجل کی طرف سے ہے۔" (۲۵)

اپنے اس جواب کی تائید میں آپ نے حضرت ملا علی قاری کی کتاب " مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح " کی درج ذیل عبارت نقل فرمائی:

" مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

" الاٰية من قبيل اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآء "

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے۔ بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔" (۲۶)

جوابِ اول کے بعد بر سبیل تنزل جوابِ دوم یوں تحریر فرمایا :

" جوابِ دوم: نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ " اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى " کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عز و جل : " اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ " تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرماں بردار ہیں۔ اور پر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام " آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَيۡتَ قَبۡلُ "(کیا اب جب کہ اس سے پہلے نافرمان ہے۔ ت) تو حاصل یہ ہو کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔" (۲۷)

آپ نے جوابِ دوم کو دعویٰ بلا دلیل کے مصداق نہ چھوڑا بلکہ اسے مدلل و مبرہن فرمایا۔ چناں چہ اس کی دلیل میں آپ نے " سیرت انسان العیون" مصنفہ علامہ حلبی، " تفسیر مدارک التنزیل " مصنفہ امام ابو البرکات نسفی اور " مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح " مصنفہ حضرت ملا علی قاری علیہم الرحمہ کی عبارتوں کو پیش فرمایا۔ اور پھر جوابِ دوم کی طرز پر جواب سوم یوں رقم فرمایا :

" جوابِ سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتیٰ سے، موتیٰ کون ہے ؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں، اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے جس کی تصریحات بعونہٖ تعالیٰ تمہید و فصلہ اول و دوم، نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ من فی قبور سے یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے ؟ جسم، کہ روحیں تو علیّین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقامات عز و کرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجین یا نار وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں۔" (۲۸)

آپ نے اس جواب کو بھی اکابرینِ اہلِ سنت امام سبکی کی " شفاء السقام " اور حضرت شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی کے برادر حضرت شاہ عبد القادر کی تفسیر " موضع القرآن " کی عبارات پیش فرمائی اور آخر میں تینوں جواب کے تعلق سے تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا :

" یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علما ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں کما سمعت وللہ الحمد (جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ ت) اور ابھی ائمہ علما کے جواب اور بھی ہیں: وفيما ذكرنا كفاية لمن القى السمع وهو شهيد ان الله يسمع من يشاء و يهدى الٰى صراط الحميد. اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔" (۲۹)

(۱۰) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر میں جہاں قرآنی ابحاث کی نادر و نایاب تفسیر و تحقیق فرمائی اور آیات کی مراد کو واضح فرمایا وہیں ایسے ایسے قرآنی نکات بیان فرمائے جن کو پڑھنے کے بعد اس میں شک کی گنجائش نہیں

رہتی کہ آپ کا تبحر فی فن التفسیر بے مثال تھا۔ اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ سے سوال ہوا کہ دنیا کہاں تک ہے تو آپ نے دائرۂ دنیا متعین کرنے کے بعد "مفاتیح و مقالید" میں فرق کی وضاحت فرمائی پھر قرآن عظیم کی دو آیتیں "وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ" (۳۰) (ترجمہ: اور اسی (اللہ عزوجل) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے) اور "لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" (۳۱) (ترجمہ: اسی (اللہ تعالیٰ) کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں) نقل فرما کر "مفاتیح و مقالید" سے محبوبِ خدا حضور ﷺ کے نامِ پاک کا استخراج فرمایا۔ چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

"مفاتیح کا حرفِ اول (م) و حرفِ آخر (ح) اور مقالید کا حرفِ اول (م) و حرفِ آخر (د) انہیں مرکب کرنے سے نامِ اقدس ظاہر ہوتا ہے "محمد ﷺ" اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب و شہادت کی کنجیاں سب دے دی گئی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ کوئی شے ان کے حکم سے باہر نہیں۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے مفاتیح و مقالید غیب و شہادت سب حجرہ خفا یا عدم میں مُقفّل (یعنی بند) تھیں وہ مفتاح و مِقلاد (یعنی چابی) جس سے ان کا قفل (یعنی تالا) کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا وہ ذاتِ اقدس ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مُقفّل حجرہ عدم یا خفا میں رہتے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے" (۳۲)

(۱۰) اعلیٰ حضرت کے تبحر فی فن التفسیر کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ "قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى" (۳۳) ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت) کے کیا معنیٰ ہیں؟ تو آپ نے آیتِ مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس کی دو تفسیریں ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفارِ مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار (ﷺ) سے قرابت (یعنی رشتہ داری) نہ رکھتا ہو اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہلِ عرب کی طِینَت (یعنی عادت) میں رکھا گیا تھا، تو وہ جو تکلیفیں پہنچاتے تھے ان کی بابت (یعنی ان کے بارے میں) ارشاد فرمایا گیا کہ "اور کسی بات کا خیال نہ کرو، قرابت داری ہی کا پاس کر کے حضور (ﷺ) کو تکلیفیں پہنچانے سے باز رہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قربیٰ سے مراد سادات کرام و اہلِ بیت عِظّام ہیں اور استثناء بہر صورت مُنقطع ہے" لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا" سالبہ کلیہ ہے"۔ (۳۴)

درج بالا چند مثالوں سے علومِ قرآن اور فنِ تفسیر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا تبحر و کمال واضح ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ کتبِ تفسیر پر بھی آپ کی نظر گہری تھی۔

تفسیر میں اعلیٰ حضرت کے کتب و حواشی:

یہ تو کتب اعلیٰ حضرت میں رونق افروز تفسیری عبارات و مباحث کی مختصر جھلکیاں ہیں۔ اب فنِ تفسیر میں لکھی گئی کتابوں پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے تعلیقات و حواشی اور مختلف اوقات میں مختلف آیات پر تحریر کردہ تفاسیر جو خود مستقل کتابوں اور رسائل کی شکل میں موجود ہیں ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) انباء الحی ان کتابه المصون تبیان لکل شئ: اس کتاب میں آپ رضی اللہ عنہ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم میں دنیا کی تمام چیزوں کا بیان موجود ہے۔ کتاب ہٰذا "الفیوضات المکیة لمحب الدولة المکیه" میں شامل و مطبوع ہے جو عربی زبان میں تھی، لیکن اب اس کا اردو ترجمہ دستیاب ہے اور ترجمہ مولانا عیسیٰ رضوی کے قلم سے ہوا ہے اور رضا اکیڈمی ممبئی نے اس کی اشاعت کی۔

(۲) الصمصام علیٰ مشکك فی آیة الارحام: اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے علومِ ارحام اور "علم ما فی الارحام" سے تعلق رکھنے والی آیتوں کے بارے میں ایک پادری کے خیالاتِ فاسدہ اور اوہامِ کاسدہ کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔ یہ رسالہ بزبانِ اردو مطبوع و دستیاب ہے اور فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ میں بھی موجود ہے۔

(۳) النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحة: یہ رسالہ اردو زبان میں ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ سے نبی کریم، رؤوف و رحیم ﷺ کے فضائل و مناقب ثابت فرمائے ہیں۔

(۴) المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة: اس رسالہ میں ترک موالات کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے، غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کی شرعی حدود و قیود، مسلمانوں کے سیاسی استحکام کے

متعلق تدبیریں اور '' سورۂ ممتحنہ '' کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر بیان کی گئیں ہیں۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ میں موجود ہے۔

(۵) نائل الراح فی فرق الریح و ریاح :اس رسالہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ریح اور ریاح کے اطلاق اور ان کے مابین فرق بیان فرمایا ہے۔

(۶) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی:اس رسالہ میں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افضل البشر بعد الانبیایعنی امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کو ثابت فرمایا ہے۔ یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس کو تاج الشریعہ حضور ازہری میاں دامت برکاتہ کی ذات نے اردو زبان کا جامہ پہناکر مستفیدین کے لیے اس سے استفادہ آسان فرمادیا۔ نیز یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ کا بھی حصہ ہے۔

(۷) انوار الحلم فی معانی و میعاد اسجب لکم : اس کتاب کو محدثِ بریلوی نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا جس میں اس بات کی تحقیق پیش کی گئی ہے کہ اجابتِ دعا کے معانی کیا ہیں ؟ علاوہ ازیں مدتِ دعا کا بھی ذکر ہے۔

(۸) تفسیرِ سورۂ و الضحیٰ :سورۂ '' والضحیٰ '' کی یہ تفسیر اردو زبان میں ہے اور یہ تفسیر ایسی ہے کہ بعض بعض آیات کی تفسیر اسی جز میں ہے اور اس تفسیر کی ضخامت تقریباً چھ سو صفحات ہیں۔

(۹) تفسیر باء بسم اللہ : یہ تفسیر بھی اردو زبان میں ہے شاید یہ تفسیر ''بسم اللہ شریف '' پر آپ کی تقریر کا وہ مضمون ہے جسے آپ نے عید میلاد النبی کے موقع سعید پر سرزمین بریلی شریف پر فرمائی۔

(۱۰) حاشیہ تفسیرِ بیضاوی : قاضی بیضاوی کی لکھی ہوئی یہ تفسیر، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر اور تفسیر امام راغب اصفہانی سے ماخوذ ہے جو کلام وحکمت کے حقائق، حدیث وسنت کے دقائق، معانی وبیان کے اسرار، فلسفہ کے رموز، منقول ومعقول تاویلات، صرف ونحو کی باریکیاں، لغاتِ عربیہ کے مباحث، نظمِ قرآن کے محاسن وغیرہ علوم کی مجموعہ ہے۔

اس معتبر تفسیر پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاشیہ رقم فرمایا جو عربی زبان میں ہے لیکن یہ حاشیہ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

(۱۱) حاشیہ تفسیرِ خازن:حضرت ابو الحسن علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس تفسیر کو'' تفسیر معالم التنزیل '' سے اختصار کرکے تحریر فرمایا ہے، علاوہ ازیں یہ دیگر تفاسیر کا بھی خلاصہ ہے۔ اس میں فقہی مسائل اور مذاہب فقہا کے ساتھ ساتھ پند و موعظت اور زہد و رقائق سے متعلق نفیس بیانات بھی مذکور ہیں۔

اس پر بھی فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر حواشی کی شکل میں دعوتِ مطالعہ دے رہی ہے۔ یہ بھی عربی زبان میں ہے لیکن حاشیۂ مذکور کی طرح یہ بھی ابھی تک تشنہ طباعت ہے۔

(۱۲) حاشیہ در منثور :اس تفسیر کے مصنف جلال الملۃ والدین علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ ہیں جو شافعی المذہب ہیں اور اپنے دور کے عظیم محقق اور صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں۔ یہ تفسیر آپ نے خود اپنی تحریر کردہ تفسیر '' ترجمان القرآن '' سے تلخیص کرکے لکھی ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تفسیر پر بھی ایک عمدہ اور نفیس حاشیہ عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے لیکن یہ حاشیہ بھی اب تک المباری کی زینت ہے اور امتِ مسلمہ استفادہ سے محروم۔[۳۵]

(۱۳) حاشیہ معالم التنزیل : یہ تفسیر حضرت ابو محمد حسین بن مسعود امام فرا بغوی کے نوکِ قلم سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ آپ تفسیر، حدیث اور فقہ میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ آپ کی یہ تفسیر کتبِ تفاسیر میں عظیم اہمیت کی حامل ہے جس میں صحیح اقوال درج کیے گئے ہیں اور احکامِ شرعیہ کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے ساتھ ہی نادر واقعات اور تعجب خیز حکایات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اس کو بھی محدثِ بریلوی نے اپنے قیمتی حواشی سے مزین فرمایا، اس میں آپ نے نادر ونایاب اور کمیاب تحقیق پیش فرمائی ہے اور حاشیہ کو اس ایجاز بیانی سے تحریر فرمایا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے دریا کو کوزے میں سمادیا ہے۔ اس حاشیہ کو مرکزی مجلس رضا لاہور اور رضا اکیڈمی نے اصل عربی مع اردو ترجمہ و مختصر تشریح کے ۱۴۰۳ھ کو شائع کیا۔

اس حاشیہ کے متعلق مزید معلومات کے لیے حضرت علامہ عبد المبین نعمانی دام ظلہ کا مضمون '' امام احمد رضا کے تفسیری افادات '' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے جو ماہ نامہ ''کنزالایمان '' دہلی میں ۲۰۰۱ کو شائع ہوا۔

(۱۴) تفسیرِ سورۂ فاتحہ و بقرہ: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاہکار ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن '' پر اپنے قلمِ شمامہ رقم سے توضیحی حواشی کی عنبر افشانی کی ابتدا فرمائی تھی جو سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ تک ہی پہنچ سکی ممکن ہے کہ آپ نے ترجمہ کے بعد پورے قرآنِ پاک پر بطورِ حاشیہ مختصر تفسیر لکھنے کا عزم فرمایا ہو لیکن دوسری اہم

دینی ضروریات ومصروفیات نے اس عظیم کام کا موقع نہ دیا، یا آپ نے حواشی مکمل کر دیے ہوں لیکن دوسری تصانیف کی طرح یہ حواشی بھی مرورِ ایام کے شکار ہو گئے ہوں، جیسا کہ فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن مضطرؔ مدظلہ العالی کے مضمون کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے:

"یہ نہیں کہ سکتا کہ حاشیہ کے اس (تفسیرِ سورۂ فاتحہ وبقرہ کے) مقام تک پہنچ کر دوسری اہم دینی ضرورتوں نے امام احمد رضا کو عنانِ قلم اپنی طرف منعطف کر دینے پر مجبور کر دیا اور اس طرح یہ توضیحی حواشی تشنۂ تکمیل رہ گئے یا پھر امام احمد رضا کی دوسری بہت سی اہم تصانیف کے ساتھ ساتھ اس کے باقی حصے بھی دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گئے"۔ (۳۶)

اعلیٰ حضرت کے بافیض قلم سے سورۂ فاتحہ وبقرہ پر بکھرے ہوئے تفسیری گوہر سے مستفید ہونے کے خواہش مند حضرات رضا بک ریویو، پٹنہ (بہار) کے "کنز الایمان نمبر" میں شائع شدہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر دام ظلہ العالی کا مقالہ "کنز الایمان پر امام احمد رضا کے حواشی" کا مطالعہ کسی حد تک اس خواہش کی تکمیل کر سکتا ہے۔ یہ مقالہ چودہ صفحات کو محیط ہے۔

(۱۵) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن: یہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جسے حضرت صدر الشریعہ کے پیہم اصرار پر اعلیٰ حضرت نے اپنے سیال و محتاط اور تقدیس الوہیت اور محبتِ رسول ﷺ سے سرشار ترجمہ تحریر کروایا۔ یہ ترجمہ اردو تراجم کے سارے ذخائر میں امتیازی شان وشوکت رکھتا ہے کیوں کہ یہ ترجمہ، تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کے مطالعہ کی سعادت کے بعد حضور محدثِ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جذبات، احساسات اور تاثرات کو یوں الفاظ کے قالب میں ڈھالا:

"علمِ قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمے سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جا سکتا جو بظاہر محض ترجمہ مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے"۔ (۳۷)

درج بالا چند مثالوں اور کتابوں کو دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علوم قرآن پر گہری نظر تھی اور تفسیر قرآن میں رسوخِ کامل، مہارتِ تامہ اور امتیازی شان ومقام حاصل تھا۔

مصادر ومراجع:

(۱) الاتقان فی علوم القرآن، علامہ جلال الدین سیوطی، المکتبۃ الشاملہ
(۲) سبا: آیت: ۲۸
(۳) الفرقان: آیت: ۱
(۴) فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی ج:۳۰، ص:۲۳، المدینہ لائبریری سوفٹ ویئر (دعوتِ اسلامی)
(۵) الاحزاب: آیت: ۴۰ (۶) فتاویٰ رضویہ، ج:۲-۱، ص:۹۴
(۷) فتاویٰ رضویہ، ج:۲-۱، ص:۹۴ (۸) فتاویٰ رضویہ، ج:۲-۱، ص:۹۴
(۹) فتاویٰ رضویہ، ج:۲-۱، ص:۹۴ (۱۰) الفتح: آیت: ۲۹
(۱۱) دیکھیے: فتاویٰ افریقہ، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی، ص:۵۶، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد (۱۲) آل عمران: آیت: ۸۱
(۱۳) فتاویٰ رضویہ، ج:۳۰، ص:۲۲
(۱۴) فتاویٰ رضویہ، ج:۳۰، ص:۲۲
(۱۵) النور: آیت: ۳۲ (۱۶) الزمر: آیت: ۵۳
(۱۷) دیکھیے: فتاویٰ افریقہ، ص:۲۲ (۱۸) المائدہ: آیت: ۳۵
(۱۹) فتاویٰ افریقہ، ص:۱۳۵
(۲۰) فتاویٰ افریقہ، ص:۱۳۵
(۲۱) لقمٰن: آیت: ۱۴
(۲۲) مَشْعَلَةُ الْإِرْشَادِ فِيْ حُقُوْقِ الْأَوْلَادِ، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی، ص:۱۴، مکتبۃ المدینہ
(۲۳) مصدرِ سابق، ص:۱۴
(۲۴) النمل: آیت: ۸۰
(۲۵) فتاویٰ رضویہ ج:۹، ص:۱۷۲
(۲۶) مصدرِ سابق، ج:۹، ص:۱۷۲
(۲۷) مصدرِ سابق، ج:۹، ص:۱۷۲
(۲۸) مصدرِ سابق، ج:۹، ص:۱۷۳
(۲۹) مصدرِ سابق، ج:۹، ص:۱۷۳
(۳۰) الانعام: آیت: ۵۹ (۳۱) الزمر: آیت: ۶۳
(۳۲) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ:۴، ص:۵۰۷-۵۰۸، مکتبۃ المدینہ
(۳۳) الشوریٰ: آیت ۲۳
(۳۴) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ:۴، ص:۵۰۱
(۳۵) ۸ تا ۱۲ تفسیری حواشی اور ان کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہونا "تصانیف امام احمد رضا" مصنفہ: علامہ عبد المبین نعمانی کے مطابق درج کیا گیا ہے۔
(۳۶) رضا بک ریویو کا "کنز الایمان نمبر"، ص:۶۴۷
(۳۷) المیزان "امام احمد رضا نمبر"، ایڈیٹر: سید جیلانی میاں کچھوچھوی، ص:۲۴۵

☆☆☆

لوجہاد: حقیقت کیا ہے

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جنوری ۲۰۱۵ء کا عنوان ملفوظاتِ صوفیہ: ایک گراں قدر ادبی سرمایہ

فروری ۲۰۱۵ء کا عنوان فیس بک اور وہاٹس ایپ کا استعمال، کتنا مفید، کتنا مضر؟

لوجہاد کی اصطلاح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے

احمد جاوید، ریزیڈنٹ ایڈیٹر 'انقلاب' پٹنہ، ahmadjwd@gmail.com

کرناٹک اور کیرل سے شروع ہوا 'لوجہاد' کا فتنہ کوئی دو ڈھائی سال بعد اتر پردیش پہنچا تو یہ زیادہ خطرناک، اشتعال انگیز اور سنسنی خیز بن چکا تھا لیکن ہندو مسلم منافرت کے اس غبارے کی ہوا یہاں پہنچ کر ایسی نکلے گی کسی کے تصور میں بھی نہیں رہا ہوگا۔ اب اس پر کسی تبصرے کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی ہے کہ اس شوشے کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس نے چھوڑا اور اس کے اغراض کیا تھے۔ جو لوگ اس کی آڑ میں سیاست کی روٹیاں سینک رہے تھے اور آسمان سروں پر اٹھا رکھا تھا، اب خود ہی منھ چھپائے پھر رہے ہیں۔

ضلع میرٹھ کی تحصیل کھرکھودا کے ایک گاؤں سراوا اس کا امن و سکون اوائل ماہ اگست میں اس وقت تباہ ہو گیا جب ایک مقامی مدرسہ کی ایک غیر مسلم استانی نے الزام لگایا کہ چند مقامی افراد نے اسے اغوا کر لیا تھا۔ پہلے ہاپوڑ کے ایک مدرسہ میں اس کی اجتماعی عصمت دری کی گئی۔ پھر اس کو مظفر نگر لے گئے جہاں ایک مدرسہ میں اس کی اجتماعی آبرو ریزی کی گئی اور میرٹھ میں ایک مولوی نے اس سے مذہب تبدیل کرنے کے حلف نامہ پر جبری دستخط کرائے۔ اس نے یہ بھی الزام لگایا کہ مظفر نگر کے مدرسہ میں جہاں سے وہ کسی طرح نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئی اور بھی کئی غیر مسلم خواتین اغوا کر کے جبراً رکھی گئی ہیں جنہیں عرب ملکوں کو بھیجے جانے کی تیاری ہے۔ یوپی میں ضمنی انتخابات سر پر تھے اور بی جے پی فرقہ ورانہ بنیادوں پر سماج کو تقسیم کرنے کے لیے 'لوجہاد' کا شور مچا رہی تھی۔ ان الزامات نے علاقے کی فضا کو مزید مکدر کر دیا۔ مقامی میڈیا اور سنگھ پریوار کی تنظیموں نے اسکو 'لو جہاد' کا ایک اور واقعہ قرار دیکر فرقہ ورانہ منافرت کو ہوا دینے کی کوشش کی۔ اس لڑکی نے یہ الزام بھی لگایا تھا کہ مظفر نگر میں اس کا جبری آپریشن کرایا گیا۔ فسادی ذہنیتوں نے شور مچایا کہ اس کے اعضا نکالے گئے ہیں۔ لیکن پولیس چھان بین میں پتہ چلا کہ فتنہ کی مرکز یہ لڑکی ۲۳/ جولائی کو خود میرٹھ میڈیکل کالج اسپتال گئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک مقامی نوجوان تھا، جس کو اس نے اپنا شوہر لکھوایا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس وقت وہ ۴۵ دن سے زیادہ کی حاملہ تھی اور اس کا جنین رحم کے بجائے اس سے باہر 'فیلوپین ٹیوب' میں پنپ رہا تھا۔ یہ ایک خطرناک صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا آپریشن کیا گیا اور ۲۷

کو اس کو چھٹی مل گئی اور وہ گھر آگئی۔ گھر اس نے ایس ایم ایس سے یہ اطلاع دی تھی کہ وہ کالج کے ٹور پر جارہی ہے۔ ۵؍اگست کو اس کے والد نے اغوا اور عصمت دری کی کہانی سنائی جس کی لڑکی نے بے حجابی سے تائید کی۔ اگرچہ اسپتال کی رپورٹ اور پولیس کی جانچ پڑتال سے تمام الزاموں کا بے بنیاد ہونا ظاہر تھا مگر بی جے پی کے دباؤ میں پولیس نے اس کے مبینہ شوہر کلیم، لڑکی کے ایک مسلم دوست نشاط، گاؤں کے باشندوں نواب، ثناء اللہ اور ثمر جان سمیت دس، گیارہ افراد کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ سراواں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس میں تقریباً ایک سو گھر ہیں۔ ساٹھ فیصد آبادی مسلم اور باقی غیر مسلم ہیں۔ یہ واقعہ ایک بار پھر اس وقت سرخیوں میں آیا جب اتوار ۱۲؍اکتوبر کی رات سوا تین بجے گھر سے نکلی۔ ڈھائی تین گھنٹہ پیدل چل کر صبح سویرے کلیم کے گھر پہنچی اور کہا کہ وہ کلیم سے نکاح کرنا چاہتی ہے جو ابھی جیل میں ہے۔ مگر کلیم کی والدہ نے اس کو وہاں ٹکنے نہیں دیا۔ وہاں سے ٹمپو پکڑ کر میرٹھ 'مہلا تھانے' پہنچی اور ایک تحریر دی کہ اس نے سابق میں زور زبردستی، اغوا اور اجتماعی آبروریزی کے جو الزامات گاؤں کے باشندوں اور مدرسہ والوں پر لگائے تھے، وہ دباؤ میں لگائے تھے اور سب غلط تھے۔ اس جرم کے لیے بی جے پی کے ایک لیڈر ونیت اگروال نے جو علاقہ کے ویاپار منڈل کا صدر بھی ہے، اس کے والد کو ۲۵ ہزار روپے دیے تھے اور مزید رقم دیتے رہنے کا بھروسہ دلایا تھا۔ لیکن اب یہ پیسہ ملنا بند ہوگیا ہے جس سے اس کے والد اس سے سخت ناراض ہیں۔ چنانچہ گھر پر اب اس کی جان کو خطرہ ہے۔ اس لیے وہ اپنے یا کسی رشتہ دار کے گھر جانا نہیں چاہتی۔ پولیس نے اس کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا اور عدالت کی ہدایت پر اس کو ناری نکیتن بھیج دیا گیا۔

اس تفصیل پر نگاہ ڈالیں تو 'لوجہاد' کے اس شور کی حقیقت عیاں ہے جس نے لوگوں کا چین و سکون برباد کر رکھا ہے لیکن اس واقعہ کے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ سراواں کے جس مدرسہ یا مکتب میں یہ لڑکی پڑھاتی تھی کیا اس کے ذمہ داراروں کو اس کے چال چلن کا علم نہ تھا؟ یہ لڑکی اسی گاؤں میں پیدا ہوئی، وہیں پلی اور بڑھی۔ وہ اگر اب جھوٹ پر جھوٹ بول رہی ہے، تو جھوٹ بولنا لازماً اس کی عادت میں شامل رہا ہوگا۔ منتظمین مدرسہ نے اس کو ٹیچر رکھتے وقت اس کی اس انتہائی شنیع اخلاقی کمزوری پر، جو تمام عیبوں کی جڑ ہے، توجہ کیوں نہیں دی؟ کیا ان کی نظر میں بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت اہم نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو انہوں نے کیوں کمسن طلبہ کے لیے ایسی ٹیچر رکھ لی؟ منتظمین نے اپنے مدرسہ میں ایک غیر شادی شدہ انیس بیس سال کی لڑکی کی موجودگی اور مرد عملے کے ساتھ اس کے بے حجابانہ اور بے تکلف اختلاط کو کیونکر روا جانا اور قرآن کی ہدایت 'ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشه وساء سبیلا' (اور زنا کی پاس بھی نہ پھٹکو، یہ کھلی بے حیائی ہے اور نہایت بری راہ ہے: سورہ بنی اسرائیل: ۳۲) ان کی نظروں سے او جھل کیوں ہوگئی؟ اگر دین کے ان 'قلعوں' میں ہی دین کی بنیادوں کی مسماری ہو رہی ہے، تو اس کا ادبار پوری قوم پر کیوں نازل نہیں ہوگا؟ جس ماحول میں ہم آج گھرے ہوئے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات کو بہانا بنا کر پوری ملت کو مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے، یہ ضروری ہے کہ ہم خود محتاط رہیں اور اپنے اخلاق، عادات و اطوار کی اور اپنے اداروں کی اس طرح حفاظت کریں جس طرح ان کا حق ہے۔

جہاں تک 'لوجہاد' کی اصطلاح کا تعلق ہے، یہ بلاشبہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔ ہم یہ تو پورے وثوق سے دعویٰ نہیں کرسکتے کہ ایسا کوئی گروہ مسلمانوں کے درمیان بالکل ہی نہیں ہے جو اس قسم کا جہاد کر رہا ہے، ٹھنڈے دل سے سوچیے تو نت نئے فتنوں کے اس زمانے میں جب قسم قسم کے دہشت گرد گروہ اور گمراہ جماعتیں پنپ رہی ہیں، اس پر بھی سخت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے ایسا کوئی گروہ تو سرگرم نہیں ہے۔ یہ عناصر مسلم معاشرے کے اندر کے بھی ہوسکتے ہیں اور باہر کے بھی۔ ہاں اس میں تو کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ بین المذاہب شادی اور آزادانہ اختلاط مرد و زن آج ہندوستانی معاشرے میں ایک فیشن کی صورت اختیار کرچکا ہے۔ لڑکے لڑکیاں اپنی پسند کی شادیاں کر رہے ہیں یا ان میں آزادانہ جنسی اختلاط کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ مذہبی طبقے چاہے کسی بھی معاشرے کے ہوں اس کے خلاف ہیں۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مذہب اور معاشرے کو دو افراد کے ذاتی تعلقات کے بیچ آنا چاہیے یا نہیں اور آنا چاہیے تو اس کی حدیں کیا ہیں؟ پھر یہ کہ اسلام بین المذاہب شادی کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ اگر دیتا ہے تو اس کی کیا حدیں اور شرائط ہیں؟ آج

کے سیکولر جمہوری معاشروں میں یہ ایک بڑااہم مسئلہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ نوجوانوں کی رہنمائی اور ذہن سازی کی جانی چاہیے جس کی ذمہ داری ہمارے علماے دین و قائدین ملت پر دوسروں سے زیادہ ہے۔☆☆☆☆

لوجہاد: دورِ حاضر کا بدترین علمی وفکری حادثہ

صادق رضا مصباحی، ممبئی، sadiqraza92@gmail.com

کارل مارکس نے کہا ہے کہ مذہب افیون ہے۔ اس نے غلط نہیں کہا ہے۔ جس طرح افیون یا دیگر نشہ آور اشیا حسن وقبح میں تمیز کرنے سے بے بہرہ کردیتی ہیں اس طرح مذہب بھی حقیقت اور جذباتیت میں فرق کرنے کے مابین حجاب بن جاتا ہے۔ دراصل انسانی فطرت میں مذہب کی جڑیں اتنی گہری اور مضبوط ہیں کہ انسان کا وجود ہی اس کے بغیر محال ہے یہاں تک کہ جولوگ بے دین اور لامذہب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بھی کسی نہ کسی سطح پر مذہب کی چوکھٹ پر جبیں سائی کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ بھولے بھالے عوام کو مذہب کے نام پر جتنا زیادہ بیوقوف بنایا جاسکتا ہے اور ان کا جذباتی استحصال کیا جاسکتا ہے اتنا کسی اور طریقے سے ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے جولوگ مذہبی نمائندے بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ بھی مذہب کا خول پہن لیتے ہیں اور سیاسی لیڈران بھی اپنی سیاسی باتوں کو مذہب میں ملفوف کرکے پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے عوام کالانعام ہیں، وہ تو ظاہر دیکھتے ہیں اور اسی بنیاد پر فیصلہ کردیتے ہیں۔ اس میں کسی بھی مذہب کے عوام کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اولاً عوام الناس کی نگاہیں حقائق سے اوجھل ہوتی ہیں اور اگر حقائق سے آشنائی ہوتی بھی ہے تو مذہب کا نشہ ان کی بینائی سلب کرلیتا ہے۔

LOVE JIHAD کے مسئلے کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے جہاد بڑا مقدس، بامعنی، فکرانگیز، بصیرت افروز اور پاکیزہ لفظ ہے جس پر اسلام کا سیاسی، اخلاقی، روحانی اور فکری وعملی نظام استوار ہے مگر افسوس! اب اس کو دور حاضر کا بدترین علمی اور فکری استعارہ بنادیا گیا ہے۔ آپ غور کیجیے کہ آج یہ لفظ دنیا بھر میں سب سے زیادہ مظلوم ہوچکا ہے۔ آپ خود سوچیے کہ جہاد کا Love کے ساتھ کیا تعلق۔ LOVE (محبت، پیار) بھی بلاشبہہ ایک پاکیزہ فطری جذبہ ہے مگر گزشتہ چند سالوں سے میڈیا کے ذریعے لوجہاد کا موضوع گرماکر جس طرح سے مسلم کمیونٹی کو مطعون کرکے، مسلم نوجوانوں پر الزام رکھ کر، انہیں زدوکوب کرکے اور پوری ملت کی ایک منفی تصویر بناکر اس لفظ کی حرمت پامال کی جارہی ہے، وہ اہلِ انصاف کے لیے نہایت تشویش کی بات ہے۔ ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھیے، یہ دراصل ایک بہت بڑی پلاننگ ہے اور بہت بڑا سیاسی کھیل اور صرف سیاسی کھیل ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑا فرقہ وارانہ حربہ جو مختلف حیثیتوں سے سامنے آتا رہتا ہے۔ کبھی جہاد کے نام پر، کبھی ذبیحے کی شکل میں، کبھی مسلمانوں کی بڑھتی آبادی کے تناظر میں، کبھی مساجد ومدارس کے پس منظر میں، کبھی گاؤکشی کے نام پر اور کبھی حجاب کے پردے میں۔ فی الحال یہ فرقہ وارانہ کھیل لوجہاد کے عنوان سے پورے ملک میں چھایا ہوا ہے اسی کھیل کا شاخسانہ ہے کہ آج مرکز میں بی جے پی نے پوری اکثریت کے ساتھ اپنی حکومت قائم کرلی ہے اور دیگر کئی ریاستوں میں بھی اس کا اقتدار مضبوط ہوچکا ہے۔ جس منصوبہ بندی اور گہرے نظم وضبط کے ساتھ ہندتوا کے علم بردار اقتدار کے گلیاروں تک پہنچنے کی تیاری کررہے ہیں اس سے لگتا ہے کہ اب پورے ملک میں نہ سہی تو بیشتر ریاستوں میں اس کی حکومتیں قائم ہوہی جائیں گی۔ Love Jihad بھی ان کی اسی مہم اور منصوبہ بندی کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔

ہمارے عوام بلکہ خواص بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اس ملک کے ہندو ہمارے دشمن ہیں اور حکومتیں ہمارے ساتھ سوتیلا سلوک کرتی ہیں لیکن یہ دشمنی سے زیادہ اقتدار کا مسئلہ ہے۔ لوجہاد جیسے خالص سیاسی ایشو کو مذہبی ایشو بنانے کے پس پشت سوائے اس کے اور کیا مقاصد کارفرما ہوسکتے ہیں کہ مذہب کے نام پر عوام وخواص سب کو یکجا کیا جاسکتا ہے اور بالخصوص عوام کو جس طرح چاہے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

انصاف پسند دانشور طبقے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اصل حقائق کیا ہیں۔ یہ سب پیسے کا کھیل ہے، میڈیائی ادارے خرید لیے گئے ہیں، قلم گروی رکھ دیے گئے ہیں، ضمیر بیچ دیے گئے ہیں اور اذہان وافکار میک اپ

کر لیے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو اس مسئلے میں جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، انہیں ضرورت صرف اصل حقائق سے آگاہی کی ہے اس کا علاج صرف اور صرف ایک ہی ہے: سیاسی ردعمل اور بس۔ مگر فی الحال ہمارے حالات کے تناظر میں یہ ناممکن سا لگتا ہے۔ (کیوں؟ یہ الگ موضوع بحث ہے) اگر آپ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا دفاع کرتے رہیں گے تو کب تک کامیاب ہو سکیں گے۔؟ اب یہ وقت دفاع کا نہیں ردِعمل کا ہے اور وہ ردعمل بھی سطحیت اور جذباتیت والا نہ ہو بلکہ ٹھوس حقائق پر کھڑا ہو۔

ذرا اس پہلو سے بھی غور کیجیے کہ عوام الناس اصل حقائق سے آگاہ کیسے ہوں گے۔ ہندی اور انگریزی کے دانشور ہندی اور انگریزی اخبارات میں لکھتے ہیں اور اردو کے دانشور اردو کے اخبارات میں۔ اب آپ یہ تجزیہ کیجیے کہ اخبارات کتنے لوگ پڑھتے ہیں اور کن کن موضوعات کو پڑھتے ہیں۔ ۹۰ فی صد اخبار کے قارئین مقامی خبریں، فلمی خبریں اور کھیل کود کی خبریں پڑھ لیتے ہیں، ادارتی پیج پر شائع ہونے والے مقالات بہت کم لوگ ہی پڑھتے ہیں اور یہ وہی لوگ پڑھتے ہیں جو بہت باذوق ہوتے ہیں۔ ان اخبارات میں ہمارا مضمون شائع ہوجاتا ہے تو ہمارے دو چار احباب پڑھ لیتے ہیں اور ان کا مضمون شائع ہوجاتا ہے تو ہم پڑھ لیتے ہیں لیکن جن لوگوں کے لیے یہ تحریریں لکھی جاتی ہیں ان میں سے کتنے فی صد لوگ پڑھتے ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ وہ اخبارات کی تحریروں اور کتابوں کو پڑھتے ہی نہیں بلکہ ان کی معلومات کا ماخذ زیادہ سے زیادہ ان کے یہی "مذہبی نمائندے" ہوتے ہیں۔ عوام وہی سمجھتے ہیں جو یہ نمائندے انہیں سمجھانا چاہتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو یہ کروانا چاہتے ہیں۔ جہاں حالات ایسے ہوں تو اصلاح و تفہیم کیسے ہوگی اور عوام الناس کی حقائق سے آگاہی کس طرح ہوگی۔؟ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔

مجھے بتائیے کہ لوجہاد کے مسئلے پر دونوں طرف کے دانشوروں کی طرف سے جو حقیقت پسندانہ تبصرے اور مقالات اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے یا ہورہے ہیں ان سے کتنے لوگ باخبر ہیں؟

دنیا میں جب تک غربت اور جہالت باقی رہے گی تب تک مفاد پرست لوگ اپنی اپنی روٹیاں سینکتے رہیں گے۔ لوجہاد کا موضوع بھی اس وقت تک چھایا رہے گا جب تک ہماری وادی میں باشعور، انصاف دوست اور امن پسند لوگوں کا قحط پڑا رہے گا۔ ملک میں نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو "لوجہاد" میں ملوث ہیں جنہوں نے آپس میں محبت کی شادیاں کی ہیں اور اب چین اور سکون سے رہ رہے ہیں۔ فلم انڈسٹری کی ایک طویل ترین فہرست ہے بلکہ اس کا تو خاصہ ہی یہی ہے۔ وہاں غیر مذہب والے مرد یا عورت سے شادی کرنا ایک فیشن اور معمول بن ہے۔ کیا ان لوگوں نے "جہاد" کا نام لے کر ہی ایک دوسرے کو پھنسایا ہے اور شادیاں کی ہیں؟

مستقبل میں اس طرح کے نہ جانے کتنے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے، ہمیں ان کے لیے بھی ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ آخر ان کا حل کیا ہے اور ان کے سدباب کے لیے ہمارے پاس موثر اقدامات کیا ہیں؟

جواب سن کو آپ کو حیرت تو ضرور ہوگی لیکن سچائی یہی ہے کہ ان کا ہمارے پاس کوئی موثر حل ہے ہی نہیں۔ اگر کسی موثر اقدام اور علاج کا نام لیا جاسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف تبلیغ و دعوت ہے مگر کیا غیر مسلموں کو دین سے قریب کرنے کے لیے ہم تیار ہیں؟ ہم اپنے عقیدت مندوں اور کلمہ پڑھنے والوں کو مذہب کی کچھ باتیں بتادیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کردیا جس مذہبی معاشرے کا حال یہ ہو کہ ایک ہی مسلک کے لوگ ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہوں اور مخالف ٹولی کے افراد پر تضلیل و تفسیق اور گمراہیت و کفر کے فتوے لگائے جاتے ہوں۔ کیا اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ غیر مسلموں کو دین کی دعوت دیں گے؟ ہم غیر مسلموں کو دین کی دعوت کیا دیتے خود اپنوں کو ہی "غیر مسلم" بناتے جارہے ہیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہماری پوزیشن بھی ایسی نہیں ہے کہ ہم حکومت کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لیے وفد لے کر جائیں یا اس سے مذاکرات کریں۔ اخبارات میں جو مسلم چہرے شائع ہوتے ہیں ان میں ننانوے فی صد کا اخلاص سے دور دور تک کوئی رشتہ نہیں۔ قوم وملت کو دلتوں سے بھی بدتر بنانے میں انھیں مسلم چہروں کا رول کلیدی ہے۔ ان کو کام نہیں، نام چاہیے۔ اس لیے ہم تو نہیں سمجھتے کہ اس طرح کے مسائل کبھی حل ہوں گے۔

☆☆☆☆

لو جہاد کی حقیقت فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے کے سوا کچھ اور نہیں

مولانا محمد عرفان قادری ۔استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

فسادات ہندوستان کی سیاست کا سب سے محبوب موضوع ہے ۔اگر فسادات نہ ہوں تو ملک کی سیاست پھیکی پھیکی سی لگتی ہے۔بہت سی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کو مذہبی فسادات سے طاقت ملتی ہے۔۱۹۸۹ء میں بھاگل پور کے فسادات سے لے کر ستمبر ۲۰۱۳ء میں مظفر نگر کے فسادات تک کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کی اصل وجہ مذہبی منافرت ہی ہے ۔اس کے علاوہ اکثر و بیشتر جو فسادات رونما ہوتے ہیں ان میں بھی مذہبی امور کو ایشو بنایا جاتا ہے۔آج پورے ملک میں فرقہ پرستی کا زہر گھولا جارہا ہے اور جھوٹا افسانہ تیار کر کے برادران وطن کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا جاتا ہے۔لو جہاد کی حقیقت بھی فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے کے سوا اور کچھ نہیں۔ مہاراشٹر اور کرناٹک وغیرہ میں تو بہت پہلے وقفہ وقفہ سے یہ آواز اٹھتی رہی ہے کہ مسلم لڑکے ہندو لڑکیوں کو محبت کا جھانسہ دیکر ان کا مذہب تبدیل کراتے ہیں۔ جیسا کہ اکتوبر ۲۰۱۴ میں لکھنؤ میں ہونے والے تین روزہ اجلاس کے اختتام پر آر ایس ایس نے یہ اعلان کیا کہ ہندو سماج برسوں سے لو جہاد کا شکار ہے۔چونکہ ستمبر ۲۰۱۴ء میں ضمنی انتخابات ہونے تھے اس لیے خاص اتر پردیش میں ضمنی انتخاب سے قبل لو جہاد کو لیکر بہت زیادہ شور و غوغا مچایا گیا۔ ممبر پارلیمنٹ یوگی آدتیہ ناتھ (جن کو ضمنی الیکشن کی کمان سونپی گئی تھی) اور بی جے پی کے ریاستی صدر لکشمی کانت واجپئی واویلا مچانے میں پیش پیش رہے۔یوگی جی نے تو صاف لفظوں میں کہا کہ ”مسلم نوجوان ہندو لڑکیوں کو محبت کی جال میں پھانس کر انہیں مسلمان بنا لیتے ہیں اور پھر ان سے شادی کرتے ہیں اس لیے ہندو لڑکیاں مسلم لڑکوں سے ہوشیار رہیں۔انتہائی جارحانہ انداز میں انہوں نے کہا کہ مدرسوں میں اس کام کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے، اگر کسی ایک ہندو لڑکی کا مذہب تبدیل کرایا جاتا ہے تو ردعمل کے طور پر سو مسلم لڑکیوں کو ہندو بناؤ“۔انہیں دنوں میں ضلع اناؤ کے بی جے پی ایم پی ساکشی مہراج نے مدارس پر الزام تراشی کے ساتھ لو جہاد کے متعلق بھی بے بنیاد باتیں کیں۔ خیر اسلام دشمن طاقتیں اس سے پہلے بھی مدارس کو تنقید کا نشانہ بناتی رہی ہیں لیکن سر دست غور یہ کرنا ہے کہ کیا لو جہاد یعنی پیار و محبت کی شادیوں کے پیچھے مذہبی جذبات کار فرما ہیں ؟کیا واقعی مدارس میں اس کی تربیت دی جاتی ہے ؟ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ محبت کی شادیوں کی وجوہات کچھ اور ہیں۔ میری نظر میں اس کی دو وجہ ہیں (۱) مخلوط تعلیم (۲) دولت کی فراوانی۔اسکول و کالج میں جوان لڑکے لڑکیاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے، آپس میں ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں ہوتی ہیں اور نوبت شادی تک پہونچ جاتی ہے اس میں ہندو مسلم، سکھ عیسائی، ذات برادری اور مذہب کی کوئی تخصیص نہیں۔جن کے یہاں دولت اور پیسوں کی بھرمار ہے وہ دولت اور عیش و عشرت کی نشے میں ایسے چور ہوتے ہیں کہ جب جی چاہتا ہے من پسند جوڑے سے شادی رچا لیتے ہیں۔یہ بلا کھیل، فلم اور سیاست سے منسلک لوگوں میں زیادہ پائی جاتی ہے یہ لوگ خود کو مذہبی حدود و قیود سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ان میدانوں سے تعلق رکھنے والے کئی افراد آج بھی ایسے پائے جاتے ہیں جن کے جیون ساتھی میں مذہبی ہم آہنگی نہیں ہے۔اسلام میں ایسی شادی ناجائز و حرام قرار دی گئی ہے۔پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مدارس میں اس کام کی تربیت دی جاتی ہے۔بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ علمائے کرام نے کبھی کوئی ایسی تحریک چلائی ہی نہیں کہ محبت یا طاقت کے بل بوتے دوسروں کا مذہب تبدیل کراؤ کیوں کہ لا اکراہ فی الدین ”دین میں کچھ زبردستی نہیں “اسلام کا اصولی پیغام ہے۔ہاں اتنا ضرور ہے کہ علما و مبلغین دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے پیہم کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو اسلام کی خوبیوں سے آشنا کراتے ہیں۔اب اگر مذہب اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر کوئی شخص مسلمان بنتا ہے تو اس پر چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔یہ اختیار تو ہمارے ملک کا آئین بھی دیتا ہے۔لو جہاد کی حقیقت فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلانے کے سوا اور کچھ نہیں ۔اسی لیے محبت کی شادی (love marriag) کو لو جہاد کا نام دیا گیا ہے ۔اس سازش کا پردہ اس وقت فاش ہوا جب میرٹھ کی ایک غیر مسلم خاتون نے یہ اعتراف کیا کہ میں نے اپنی مرضی اور پسند سے مسلم لڑکے سے شادی کی ہے۔جب کہ اس لڑکی سے زبردستی یہ بیان دلوایا گیا تھا کہ کلیم نامی ایک مسلم لڑکے نے مسلمان بنانے کی نیت سے اسے بھگا کر لے گیا تھا۔بی جے پی کے کچھ لیڈر اس سازش میں ملوث تھے اور انہوں نے لڑکی کے باپ کو پیسہ دے کر اپنے موقف کی تائید کے لیے تھانے میں رپورٹ درج کروائی تھی۔ لیکن بعد

میں لڑکی نے واقعے کی سچائی کو بیان کرکے فرقہ پرستوں کے منصوبے پرپانی پھیر دیا۔ اس انکشاف سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی اور سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے جان بوجھ کر لو جہاد کا ایجنڈہ تیار کیا گیا تھا۔ مذہبی منافرت اور اختلاف کو بڑھاوا دینے والوں کے خلاف سخت کارروائی ہونی چاہیے لیکن افسوس کہ ایسے سخت گیر عناصر کی پشت پناہی خود حکومت کر رہی ہے اس ضمن میں یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد فرقہ پرستوں کے حوصلے کافی بلند ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن ملک کی دوسری بڑی اکثریت کو زدوکوب کرنے اور مسلم نوجوانوں کو حراساں کرنے کے لیے نئے نئے حیلے تلاش کیے جاتے ہیں۔ ملک کو بھگوا رنگ میں رنگنے اور ہندو راشٹر بنانے کی پلانگ آر ایس ایس کی تو بہت پہلے کی ہے لیکن اب اس پلاننگ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سنگھ پریوار نے کوششیں مزید تیز کر دی ہیں۔ آر ایس ایس والوں کا کہنا ہے کہ یہاں کے تمام باشندے ہندو ہیں۔ تنظیم کے سربراہ موہن بھاگوت نے یہاں تک بیان بازی کی کہ ہندوستانی مسلمان اپنے کو ہندوستانی کی بجائے ہندو کہیں۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ مسلمان اپنا دین و مذہب چھوڑ کر ہندو دھرم قبول کر لیں۔ اسکولی نصاب سے لے کر ہندوستان کی تاریخ از سر نو مرتب کرنے اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ تک آر ایس ایس اور بی جے پی کی حد درجہ فکرمندی صرف اسی لیے ہے تاکہ ہندو تہذیب و ثقافت کو پروان چڑھایا جائے، ساتھ ہی ساتھ رام راج اور اکھنڈ بھارت کا ان کا دیرینہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔

بیسویں صدی عیسوی کی تیسری دہائی میں بھی انگریزوں کے اشارے پر شدھی تحریک کے ذریعہ ہندؤں نے مسلمانوں کے دین وایمان کا سودا کرنے کی ناپاک جسارت کی تھی لیکن حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور اس دور کے اکابر علمائے اہل سنت نے شدھی تحریک کا سدباب فرمایا اور ہزاروں مسلمان مرتد ہونے سے محفوظ رہے۔ لیکن عہد رواں میں ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں رچی جا رہی ہیں اس کا جواب دینے اور اپنے حقوق کی وصول یابی کے لیے سنی علمائے کرام اور رہنمائے قوم وملت کون سی جدوجہد کر رہے ہیں؟ اس رخ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں اگر غفلت کا مظاہرہ کیا گیا اور سنی قیادت جامد و ساکت رہی تو آنے والا دن ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بہت بھیانک ثابت ہوگا اور انتہائی سنگین صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خیال رہے کہ ملت اسلامیہ کے خلاف زہر افشانیوں کا جو لامتناہی سلسلہ چل پڑا ہے اس کا دفاع محض سڑکوں پر نکل کر احتجاج کرنے یا اخبارات میں مذمتی بیان چھپوانے سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ منصوبہ بند طریقے سے کام کرنے ہی سے کامیابی ہاتھ آ سکتی ہے اور تبھی فرقہ واریت کا خاتمہ بھی ممکن ہو سکے گا۔ ● ● ●

لو جہاد — حقیقت کیا ہے؟

محمد عابد چشتی، استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف اوریا، abid.chishti@rediffmail.com

جس وقت ہندوستان میں وزارت عظمیٰ کی کرسی تک پہنچنے کے لیے ملک کی تمام چھوٹی بڑی علاقائی اور ملکی سطح کی پارٹیوں میں رسہ کشی اور کھینچا تانی کا ماحول گرم تھا اس وقت نریندر مودی نے ملک کے کروڑوں باشندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا "کہ اگر وہ ہندوستان کے وزیر اعظم بنتے ہیں تو بہت جلد ہندوستان کے اچھے دن لوٹ آئیں گے اور بھارت میں خوش حالی پھر واپس آئے گی۔" انہوں نے وعدہ کو پورا بھی کیا مگر ان کے وزیر اعظم بننے کے بعد فسادات، مذہبی منافرت، نسلی تعصب اور مسلم مخالف سازشوں کی جو بے لگام اور نا تھمنے والی ہوا چلی اس نے یہ واضح کر دیا کہ مودی کے "اچھے دن" کا وعدہ صرف ایک مخصوص طبقہ سے تھا نا کہ ہندوستان کے ہر باشندے سے یہی وجہ ہے کہ وہ شرپسند عناصر جو نا جانے کب سے مسلم دشمنی میں جل بھن رہے تھے مودی حکومت کے آتے ہی اپنے اپنے بلوں سے باہر آکر کھلے عام مسلم دشمنی کا زہر اگلنے میں لگ گئے اور ملک کے نوجوان طبقہ کو گمراہ کرکے اسلام مخالف ذھنیت کو پورے ہندوستان میں پھیلانے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں سر دست جس مسئلہ کو ایشو بنا کر مذھبی منافرت اور تعصب کو ہوا دی جا رہی ہے وہ ہے "لو جہاد"

اسلامی نقطۂ نظر سے لو جہاد کی حقیقت کیا ہے اور آخر یہ کیا بلا ہے جس کا اس قدر ہوّا کھڑا کیا جا رہا ہے اس پر گفتگو کرنے سے قبل ہم کچھ ضروری باتیں یہاں عرض کرنا چاہتے ہیں

ہندوستانی سماج تکثیریت پسند ہے اور یہاں مختلف مذاہب، برادری، ذات و تہذیب کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی خیر

سگالی اور مل جل کر رہتے ہیں، ایک دوسرے سے انسانیت کے ناطے تعلقات بھی رکھتے ہیں اور آپسی تقاریب میں شرکت بھی کرتے ہیں، اسکول اور کالجز خواہ سرکاری ہوں یا پھر پرائیویٹ وہاں ہر مذہب و دھرم کے نوجوان تعلیم حاصل کرتے ہیں ہیں اور یہی حال ہر شعبہ کا ہے ایسے مختلط ماحول میں دو مختلف مذھب، برادری یا طبقہ کے لڑکے لڑکیوں میں عشق و معاشقہ اور پیار و محبت کا پروان چڑھ جانا کوئی بعید بات نہیں ہے خاص کر آج کی آزاد فضامیں اس کے امکانات اور زیادہ بڑھ چکے ہیں اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ محبت مذھب، برادری، طبقہ ذات پات اور سماج کی دیگر بندشوں سے بے نیاز ہوتی ہے نتیجۃً ہم تک یہ خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں کہ فلاں مسلم لڑکے نے ہندو لڑکی سے شادی کرلی یا فلاں مسلم لڑکی نے ہندو لڑکے سے نکاح کر لیا اگر ان معاملات کو ہم اپنے ارد گرد کے سماجی پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کریں تو اس میں بہت زیادہ تعجب اور واویلا کرنے کی بات نہیں ہے اور اگر انہیں معاملات کو مذہبی تناظر میں دیکھا جائے تو ٹکراؤ یقینی ہے جیسا کہ آج ہندو انتہا پسند، بھگوا ذہنیت اور زعفرانی سوچ کے لوگ کر رہے ہیں ان کا ماننا ہے کہ مسلم لڑکے ہندو لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھنساتے ہیں اور پھر انہیں اسلام میں داخل کر کے ان سے نکاح کر لیتے ہیں اور یہ کام وہ اپنے دھرم اور مذھب کے لیے کرتے ہیں تاکہ اسلام زیادہ سے زیادہ پھیلے اور یہی "لو جہاد" ہے ڈاکٹر کرشن ولبھ پالیوال اپنی کتاب "بھارت اسلامی راجیہ کی اور۔ ایک چیتاونی!" میں لکھتے ہیں:

"انہیں مذہبی احکامات کے سبب مسلمان بھارت میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنی آبادی بڑھانے اور اس کے ذریعہ حکومت حاصل کرنے میں کوشاں ہیں اس کے لیے وہ ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے اور غیر مسلم لڑکیوں کو محبت جال میں پھنسا کر (لوِنگ جہاد) مذہبی تبدیلی اور اغوا کر کے اپنی آبادی بڑھاتے ہیں۔ (صفحہ ٦)

اس سلسلہ میں ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ لو جہاد کی اس توضیح اور بیان کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور نہ لو جہاد کی کوئی حقیقت ہے بلکہ "لو جہاد" کے جس قدر ہندو مخالف ہیں اس سے کئی گنا زیادہ اسلام اسے معیوب و ناپسند اور گناہ سمجھتا ہے قرآن پاک میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ "اے پیغمبر! مسلم مردوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور شرم گاہ کی حفاظت کریں (القرآن) اسلام کہتا ہے کہ کسی غیر لڑکی کو خواہ وہ مسلمہ ہو یا غیر مسلم دیکھنا حرام ہے یوں ہی اس سے بات چیت کرنا، ساتھ میں رہنا، ٹہلنا، اس سے دوستی کرنا سب گناہ و ناجائز ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہیں، محبت میں پھنسا کر شادی کرنے کا معاملہ تو بہت دور کا ہے اسلام اول مراحل ہی میں پابندی لگانے کی بات کرتا ہے اس کے باوجود اگر کوئی یہ کام کرتا ہے خواہ وہ مسلم لڑکا ہو یا مسلم لڑکی تو یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ شمار کیا جائے گا اسے مذہب اور دین سے جوڑ کر دیکھنا اور اسی کو بنیاد بنا کر نفرت پھیلانا کم علمی، جہالت اور تعصب پرستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اگر مسلم لڑکوں کا ہندو لڑکیوں سے شادی کرنا لو جہاد ہے تو وہ ہندو لڑکے جو مسلم لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں ان کے اس کارنامہ کو کون سا نام دیا جائے گا ؟؟؟ ہم مانتے ہیں کہ اسلام میں باطل کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ وہ تلوار سے ہو یا پھر قلم اور زبان سے مگر چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں آج تک کسی نے اس انوکھے جہاد کا تصور اور تذکرہ تک نہیں کیا ہے جسے آدتیہ ناتھ اور اس کے ہمنوا ہندو انتہا پسند لیڈر "لو جہاد" کا نام دے رہے ہیں حاصل کلام یہ کہ لو جہاد کا ذرہ برابر تصور اسلام میں موجود نہیں ہے یہ خود ساختہ اصطلاح ہے جسے مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے ہم اسے سرے سے مسترد کرتے ہیں ہاں صرف چلتے چلتے دو باتیں اور عرض کرنا چاہتے ہیں

(۱) یہ کہ فی الحال ملک کے حالات بڑے نازک ہیں اور شر پسند عناصر پوری قوت اور منظم انداز میں مسلمانوں کے خلاف ایک جٹ اور صف آرا ہو چکے ہیں او طرح طرح کے الزامات اور حیلہ تراشیوں سے مسلم نوجوانوں کے مستقبل کو تباہ و برباد کرنے کے درپئے ہیں ایسے حالات میں علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی تقریروں اور تحریوں میں اس طرح کے پروپیگنڈے کی حقیقت واضح کریں اور عوام تک اسلام کے صحیح نظریات پہنچائیں امن اور شانتی کا پیغام عام کریں سماجی ہم آہنگی پر زور دیں۔

(۲) دوسری بات ان مسلم نوجوانوں سے کرنا چاہتا ہوں جو مختلف میدانوں سے جڑے ہوئے ہیں کہ خدارا اپنے آپ کو سنبھالو اور ہوش میں آؤ تمھاری ذرا سی غلطی پوری قوم کی تباہی و بربادی کا سبب بن رہی ہے محبت تم کرتے ہو شادی تمھاری ہوتی ہے اور نتائج پوری قوم کو بھگتنے پڑتے ہیں خاص کر اب حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں اور قابو سے باہر ہیں اسلام دشمن عناصر موقعہ کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں تمھارا کوئی قدم ایسا نہ اٹھ جائے کہ جو ہزاروں بستیوں کو اجاڑ دے اور ہزاروں لوگوں کو فسادات کا شکار بننا پڑے اسلام نہ تمھیں اس جھوٹی محبت کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی تمھارے پیارے نبی نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے اس کے باوجود اگر تم ایسا کرتے ہو تو یقین جانو تمھارا شمار اسلام دشمنوں میں سب سے پہلے کیا جائے گا! ☆☆☆☆☆

آخری قسط

تحریر-کیا، کیوں اور کیسے؟

محمد آصف اقبال

ذخیرۂ معلومات، وسیع مطالعہ، خزانۂ الفاظ، بار بار لکھنے کی مشق، انشا پردازی، املا کی درستی

محاورات وضرب الامثال کا استعمال: نظم یا نثر میں محاورہ اور ضرب الامثال کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ممتاز ادیب و نقاد حضرت علامہ اسید الحق عاصم قادری بدایونی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

کسی بھی زبان کے منظوم و منثور ادب میں محاوروں کی لسانی، تہذیبی اور اسلوبی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لسانیات بالخصوص ادبیات کے باب میں محاورے کی ہمہ گیریت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی زبان سے اس کے محاورات الگ کرلیے جائیں تو جو کچھ بچے گا وہ شاید ایک بے روح جسم کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔ (عربی محاورات مع ترجمہ وتعبیرات، ص ۲۲)۔

صوری اعتبار سے محاورہ الفاظ کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس سے لغوی معنی کی بجائے ایک قرار یافتہ معنی نکلتے ہوں، محاورے میں عموما علامت مصدر "نا" لگتی ہے جیسے آب آب ہونا ،دل ٹوٹنا، خوشی سے پھولے نہ سمانا، محاورہ جب جملے میں استعمال ہوتا ہے تو علامت مصدر "نا" کی بجائے فعل کی وہ صورت آتی ہے جو گرامر کے اعتبار سے موزوں ہوتی ہے جیسے دل ٹوٹ گیا، دل ٹوٹ جاتے ہیں، دل ٹوٹ جائے گا وغیرہ۔"

(اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو، ص ۴۵)

ضرب الامثال کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ بعض لوگ عقل اور فہم کے لحاظ سے نسبتاً کمزور ہوتے ہیں تو انہیں عقلی اور غیر محسوس بات سمجھانے کے لیے کسی ایسی شے کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ان کے لیے دیکھی بھالی ہو، ان کی عادات اور روز مرہ سے تعلق رکھتی ہو اور وہ شب وروز اس کا نظارہ کرتے ہوں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مثال سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ معقول چیز محسوس بن کر ہر ایک کی سمجھ میں آجائے اور اس کے ذریعے مضمون کو دل قبول کرے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۳۱) ۔

مثال دیتے وقت یہ یاد رہے کہ جس وجہ سے مثال دی جارہی ہے اس لحاظ سے وہ مثال ممثل لہ کے مطابق ہو۔ مطلب یہ کہ اگر عظمت بیان کرنا مقصود ہو تو عظیم شے سے مثال دی جائے اور اگر کسی شے کی حقارت بیان کرنی ہو تو حقیر شے سے مثال دی جائے، یوں ہی بڑی چیز کی مثال بڑی سے اور چھوٹی چیز کی مثال چھوٹی سے دینا ضروری ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ محاورہ اور مثل نیز عبارتوں میں ان کے استعمال میں فرق ہوتا ہے۔ دو اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

(۱)۔۔دراصل محاورہ اور مثل میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مثل ہمیشہ جوں کی توں استعمال کی جاتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی مثلا اردو کی مثل ہے "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" اب ایسا نہیں ہے کہ آپ اس کو مرد کے لیے استعمال کریں تو "کھسیانا بلا کھمبا نوچے" کردیں، اس کے برخلاف محاورے میں تذکرو تانیث واحد جمع اور ماضی وحال ومستقبل کے اعتبار سے حسب ضرورت اور حسب موقع صیغے میں تبدیلی کی جاتی ہے ۔ مثلا شرم سے پانی پانی ہوگیا، ہوگئے، ہوگئی، ہوجاؤ گے وغیرہ۔ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ محاورے میں تبدیلی صرف صیغے کی حد تک ہوتی ہے ورنہ جس طرح مثل کے اصل الفاظ میں کوئی تبدیلی جائز نہیں ویسے ہی محاورے میں بھی کسی قسم کا تغیر ازروئے قواعد ناجائز ہے۔ (عربی محاورات مع ترجمہ وتعبیرات، ص ۳۰)

(۲)۔ مثل اور محاورے میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ محاورہ عبارت کا جزبن کر اس میں جذب ہوجاتا ہے مگر مثل عبارت میں اپنی الگ شناخت رکھتی ہے، مثلا "ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا" ایک مثل ہے یہ اگر کسی عبارت میں ہوگی تو الگ سے پہچان لی جائے گی، اس کے برخلاف ویرانی کی کیفیت بتانے کے لیے "الو بولنا" ایک محاورہ ہے، یہ عبارت کا جز بن کر اس میں جذب ہوجائے گا جیسے "نواب صاحب کی کوٹھی میں تو اُلو بول رہے ہیں۔" (ایضا)

رموز اوقاف کا صحیح استعمال: تحریر کے معیار، ظاہری حسن اور اس کی تفہیم میں آسانی کے لیے تقریبًا ہر زبان میں کچھ نہ کچھ علامات ضرور استعمال ہوتی ہیں تاکہ بیان کردہ معانی ومفاہیم سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہم جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں اور کہیں نہیں ٹھہرتے اور مختلف کیفیات مثلاً نرمی، سختی، خوشی، غم، تعجُّب، اِستفہام، خوف اور غصہ وغیرہ کا اظہار بولنے کی رفتار اور لہجے کے اتار چڑھاؤ سے کرتے ہیں۔ تحریر میں یہی کام مختلف علامتوں سے لیا جاتا ہے جنہیں رُمُوزِ اوقاف کہتے ہیں۔ بکثرت استعمال ہونے والی علامات درج ذیل ہیں:

[1] سکتہ ، [2] وقفہ ؛ [3] رابطہ :
[4] ختمہ ۔ [5] سوالیہ ؟ [6] نِدائیہ ،فَجائیہ !
[7] قَوسین () [8] واوَین " "

سکتہ [،] (COMMA) سکتہ کی علامت (،) کسی مقام پر ہلکا سا توقف کرنے کے لیے لکھی جاتی ہے، مثلاً :(۱) جب دو یا زیادہ ایک ہی قسم کے کلمے ایک ساتھ آئیں۔ ایسی صورت میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک یا دو لفظوں کے بیچ میں کاما آتا ہے اور آخری لفظ سے

پہلے "اور" یا "یا" آتا ہے۔ (۲) ندائیہ لفظوں کے بعد، جیسے :اے بوڑھو، جوانو، بچو! (۳) ایک ہی قسم کے دو یا زیادہ چھوٹے جملوں کے درمیان ،جو کسی بڑے جملے کے جز ہوں، جیسے: "خالد گھر پہنچا، نہایا، کپڑے بدلے ، چائے پی اور مدرسے چلا گیا۔"

نیم وقفہ [؛] (SEMI COLON) اس کا استعمال جملوں کے بڑے بڑے اجزا کے درمیان ہوتا ہے، جہاں سکتہ (،) کی نسبت زیادہ ٹھہراؤ کی گنجائش ہو، جیسے: مستقل مزاجی سے تھوڑا کام بھی بہتر ہے اس کام سے جو مستقل مزاجی سے نہ ہو؛ اس لیے کسی بھی فن میں کمال پیدا کرنے کے لیے استقامت ضروری ہے۔

تفسیریہ/رابطہ [:] (COLON) کسی کا قول نقل کیا جائے ، کسی اِقتباس کو لکھا جائے، نظم یا نثر کی تشریح کی جائے :ایسے موقعوں پر اِس علامت کو استعمال کیا جاتا ہے۔اِسی طرح مثالوں سے پہلے، لفظوں کے معانی لکھنے سے پہلے، شعر یا مصرعے کا حوالہ دینے سے پہلے ،اِس علامت کو لایا جاتا ہے۔

کامل وقفہ /ختمہ [۔] (FULL STOP) یہ علامت جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہے، انگریزی کے مُخَفَّفات کے بعد بھی یہ علامت لگادیتے ہیں، جیسے: پی۔آئی۔اے۔،ایم۔اے۔

استفہامیہ /سوالیہ [؟] (NOT OF INTERROGATION)
سوالیہ جملے کے آخر میں یہ علامت آتی ہے، جیسے : کیا بات ہے؟ تم کہاں سے آرہے ہو؟ اُس نے کیا کہا؟ اب کس کی باری ہے ؟

ندائیہ / فجائیہ [!] (NOTE OF EXCLAMATION)
یہ علامت منادیٰ کے ساتھ لائی جاتی ہے۔ جیسے : پیارے بھائیو!۔ برادرانِ اسلام!۔اِس صورت میں اِس کو "ندائیہ" کہیں گے۔ جب یہ علامت اُن الفاظ یا جملوں کے بعد آتی ہے جن سے کوئی جذبہ ظاہر کرنا ہوتا ہے، جیسے : غصّہ، حقارت ، نفرت ، خوف، غم، خوشی ، تعجب: تو اِس کو "فجائیہ" کہا جاتا ہے، جیسے افسوس! تم سے یہ امید نہ تھی ۔ جذبے کی شدت کی مناسبت سے، ایک سے زیادہ علامتیں بھی لگادیتے ہیں، جیسے: بس صاحب ! بس !! کبھی تنبیہ کے موقع پر بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے: "خبردار! دیکھ کر!"

ہلالین /قوسین [( )] (BRAKETS) عام طور پر جملۂ معترضہ (یعنی اصل کلام کے درمیان ضمناً آنے والے جملے) کو قوسین میں لکھا جاتا ہے، جیسے : حاجی عبید اللہ (جو کبھی نماز پڑھادیا کرتے تھے) کا انتقال ہوگیا ہے۔

واوین [" "] (INVERTED COMMAS) اس کے استعمال کی کئی مختلف صورتیں ہیں:

(ا) جب کسی کا قول، اُسی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے تو اس کے شروع اور آخر میں یہ علامت لاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ حصّہ، باقی عبارت سے الگ ہے۔اِسی طرح کسی مشہور شعر کے کسی ٹکڑے کو، کسی خاص ترکیب کو، یا نثر کے کسی خاص ٹکڑے کو جب اپنی عبارت میں کھپاتے ہیں تو اُس کو ممتاز کرنے کے لیے "واوین" میں مقید کردیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ الفاظ کو ایک خاص معنی میں یا ایک خاص طرح استعمال کیا گیا ہے اور پڑھنے والوں کی توجہ کو اُس خاص معنویت یا خاص اندازِ استعمال کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے ؛ اِس صورت میں بھی ان کو "واوین" میں لاتے ہیں، جیسے : جو خود "پستیوں" کی طرف گامزن ہو وہ دوسروں کو "بلندی" کا راستہ کیونکر دکھائے گا؟ کبھی بعض اصطلاحات کو بھی "واوین" میں لکھا جاتا ہے، جیسے : زنا "حرام" اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

مشاہدہ و تجربہ: تحریر میں مشاہدہ و تجربہ کو بھی بڑا دخل ہے، مشاہدہ کا معنی ہے " اشیاء کو دیکھ کر تجربہ حاصل کرنا" اور تجربہ سے مراد "بار بار کے عمل سے کسی شے میں مہارت و واقفیت حاصل کرنا"۔ کسی بھی علم و فن میں جب تک مشاہدہ و تجربہ اپنا حصہ نہیں ڈالتے اُس وقت تک وہ علم و فن اپنے تمام و کمال کو نہیں پہنچتا۔ دنیا کا بھی دستور ہے کہ اپنے ہاں اسی شخص کو ملازم رکھا جاتا ہے جو اپنے کام کا وافر تجربہ رکھتا ہو۔ یوں ہی ایک جہاں دیدہ انسان بننے کے لیے اپنے گردو پیش اور قرب و جوار کے اشخاص اور ان کے افعال نیز اشیا اور ان کے استعمال میں مسلسل غور و خوض ناگزیر ہوتا ہے ۔الغرض ہر جگہ حصول کمال کے لیے مشاہدہ و تجربہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

تحریر کا تنقیدی جائزہ: تحریر مکمل کرنے کے بعد اسے تنقیدی نظر سے ضرور پڑھنا چاہیے تاکہ وہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی اغلاط سے ممکنہ حد تک پاک ہوجائے اور بعد میں کسی قسم کی شکایت، اعتراض، شرمندگی اور آزمائش کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ نیز پروف ریڈنگ کی غلطیاں کم سے کم ہوں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جہاں کمپیوٹر (COMPUTER) نے انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کو ترقی دی ہے وہاں تحریر کے میدان میں بھی اس نے آسانیاں پیدا کردی ہیں اور اب ہاتھ سے کتابت کے کٹھن ،جاں سوز اور وقت طلب مراحل سے نجات مل گئی اور یہ کام اِن پیج (INPAGE) یا مائیکرو سوفٹ ورڈ (MS WORD) سے انجام پاجاتا ہے مگر اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ پروف ریڈنگ کی غلطیاں اردو کتب کا مقدر ہوکر رہ گئیں ہیں کیونکہ یہ تجربے سے ثابت ہے کہ کتابت میں یہ غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں مسئلہ صرف عام جملوں کا نہیں بلکہ عقائد اور فقہی مسائل کا ہے کہ ان میں "ناجائز" کا "جائز" اور "جائز" سے "ناجائز" ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا لکھنے والے کو چاہیے کہ کمپوزنگ کے بعد اپنی تحریر کو کم از کم ایک بار کمپیوٹر پر اور ایک بار پرنٹ پر تنقیدی نظر سے ضرور پڑھے تاکہ شرعی، فقہی، اخلاقی اور پروف کی اغلاط کا ازالہ ہو سکے۔

نئے لکھنے والوں سے التماس ہے کہ اپنی تحریری صلاحیتیں بڑھانے کے لیے اردو کی صرف و نحو اور گرامر پر مشتمل کتب کا مطالعہ برابر جاری رکھیں تاکہ آپ ایک پختہ قلم کار بن کر علم کے سچے خادم ٹھہریں اور اس مقولے کے مصداق بن جائیں کہ "مصنف ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔"

نقد و نظر

نام کتاب	:	وہابی دھرم کی حقیقت
مرتب	:	مولانا محمد امام الدین قادری مصباحی
صفحات	:	۱۹۲ اشاعت: ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء
قیمت	:	۱۰۰/ روپے
ناشر	:	نوری لائبریری، نوری مسجد، بسکھاری، ضلع امبیڈکر نگر، یو. پی.
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

وہابیت عصر حاضر کا ایک پر فریب فتنہ اور اسلام مخالف نظریات کی ایک سرگرم تحریک ہے، جس کا مقصد توحید کے نام پر سادہ لوح عوام کو گم راہ کرنا اور انھیں وہابیت کے رنگ میں رنگنا ہے۔ وہابیت کی جاے پیدائش نجد ہے اور ہندوستان میں وہابیت کو فروغ دینے والا شخص مولوی اسماعیل دہلوی ہے۔ دیوبندیت، قادیانیت اور غیر مقلدیت یہ وہابیت ہی کی کوکھ سے جنم لینے والی ٹولیاں ہیں۔ اسماعیل دہلوی کی کوشش سے غیر منقسم ہندو پاک میں ”وہابیت“ ایک بگولے کی طرح اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے شعلۂ جوالہ بن کر پورے ملک میں پھیل گئی۔ وہابیت کے ردو ابطال اور اس زہر آلود اعتقادی شجر کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں علماے اہلِ سنت نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ تقویت الایمان جو وہابی مذہب کی بائبل اور رامائن ہے، اس کی تردید میں ۲۵۰/ سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ”وہابی دھرم کی حقیقت“ فتنۂ وہابیت کو بے نقاب کرنے والی اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔ ”مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری“ کے مصداق مضبوط دلائل اور ناقابلِ تردید شواہد کی روشنی میں ۱۹۲/ صفحات پر مشتمل کتاب لکھ کر حضرت مولانا محمد امام الدین قادری مصباحی دام ظلہ نے وہابیت و دیوبندیت کے خانہ ساز عقائد اور اسلام سوز نظریات کو جس جرأت رندانہ کے ساتھ بے نقاب کیا ہے، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کے عقائد و نظریات، ان کی گندی پالیسیاں اور ان کے مکر و فریب سے بھولے بھالے سنی عوام کو بچانے والی یہ ایک اہم کتاب ہے اور وہابیت کی تفہیم میں ایک گراں قدر علمی و تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہابی اور دیوبندی حضرات آج توحید کے نام پر ”اقانیمِ ثلاثہ“ کا جو کاروبار انجام دے رہے ہیں، کتاب میں اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے۔

مولانا محمد امام الدین قادری مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ابناے قدیم میں سے ہیں اور ان خوش بخت طلبہ میں سے ایک ہیں، جنھوں نے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سایۂ کرم میں رہ کر علم و ادب اور تعلیم و تربیت کی خیرات پائی ہے۔ آپ اس وقت جامع مسجد بسکھاری (کچھوچھا مقدسہ) میں امامت و خطابت کے منصب پر فائز ہیں اور اسلام و سنیت کے فروغ میں حتی الوسع اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے عمر و اقبال میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

واضح رہے کہ آپ ایک بڑے خاندان کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ آپ بسکھاری میں کپڑے کے بڑے تاجر ہیں۔ آپ کے خاندان کے مختلف افراد جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فاضل ہیں۔

ردِ وہابیت پر حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا مشہور رسالہ ”عقائد علماے دیوبند“ کے چند صفحات سے کتاب کی ابتدا ہوتی ہے۔ آج مسلکی رواداری اور روشن خیالی کے نام پر سنی و دیوبندی اتحاد کے نعرے بلند کیے جا رہے ہیں اور یہ باور کرانے کی سعیِ نامشکور کی جا رہی ہے کہ سنی اور وہابی اختلاف ایک فروعی اختلاف ہے۔ لوگوں کو اس اختلاف میں نہیں پڑنا چاہیے اور خواہ وہ دیوبندی ہو یا وہابی، تبلیغی ہو یا غیر مقلد ہر ایک سے مل جل کر رہنا چاہیے۔ بظاہر یہ خوش نما نعرہ اپنے اندر بے شمار مفاسد رکھتا ہے۔ ہم سنیوں کا وہابیوں اور دیوبندیوں سے اصولی اور نظریاتی اختلاف ہے۔ توحید و رسالت سے متعلق وہابیوں کے گستاخانہ عقائد اور توہین آمیز عبارات، سنی اور وہابی اختلاف کا بنیادی سبب ہیں۔ کتاب میں شامل حضور حافظِ ملت کا یہ چشم کشا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ امتحان ہے کہ جن لوگوں (مثلاً وہابی، دیوبندی، قادیانی وغیرہ) نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں، ان سے اپنا تعلق قطع (ختم) کر لیں۔ ایسے لوگوں سے نفرت و بے زاری ظاہر کریں۔ اگرچہ وہ ماں باپ، اور اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ بڑے سے بڑے مولانا، پیر و استاد کیوں نہ ہو........ غور کرو! کسی کے باپ کو گالی دی جائے اور بیٹے کو سن کر حرارت نہ آ جائے، وہ صحیح معنیٰ میں اپنے باپ

کا بیٹا نہیں۔ اسی طرح اگر نبی کی شان میں گستاخی ہو اور امتی سن کر خاموش ہو جائے اور اس گستاخ سے نفرت و بیزاری ظاہر نہ کرے تو یہ امتی بھی یقیناً صحیح معنٰی میں امتی نہیں۔ بلکہ ایک زبانی دعویٰ کرتا ہے جو ہرگز قابلِ قبول نہیں۔" (وہابی دھرم کی حقیقت، ص:۷)

ردِ وہابیت اور ابطالِ دیوبندیت کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب ایک گراں قدر اضافہ ہے اور اپنے موضوع و مواد اور بیان و اسلوب کے اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔

کتاب کے چند اہم مندرجات و موضوعات یہ ہیں:

رشید احمد گنگوہی کا دعویٰ نبوت، اکابر دیوبند کی انگریز حکومت سے وفاداری، وہابیوں کا خدا جھوٹ بول سکتا ہے، خانقاہ گنگوہ کی ایک محبت آمیز کہانی، کافر کو کافر کہنا ضروریاتِ دین سے ہے، وہابیوں کی دوغلی پالیسی اور تضاد بیانی، کافر بنانے اور کافر بتانے میں فرق، تکفیر و عدم تکفیر کے سلسلے میں شریعت کا ضابطہ، وہابیت کا بانی، تحذیر الناس کی کفری عبارات پر شرعی مواخذے، وہابیت کے خطرناک اور گمراہ کن اصول وغیرہ۔

حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی زید مجدہ، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تقدیم اور نظرِ ثانی کے باعث کتاب کے حسن میں اضافہ ہو گیا ہے۔

کتاب کے اخیر میں محب گرامی مولانا محمد قاسم مصباحی ادروی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا منظوم کلام "وہابیت کا پوسٹ مارٹم" بھی خوب ہے۔ اور "جوابِ آں غزل" کا عمدہ نمونہ ہے۔

نام کتاب	:	**فیضانِ صادق**
مرتب	:	مولانا محمد حفیظ نیازی
صفحات	:	۵۷۶ اشاعت:۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء
قیمت	:	درج نہیں
ناشر	:	ادارہ رضائے مصطفیٰ، چوک دار السلام، ضلع گوجرانوالہ، پاکستان
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

ہندوستان کی طرح پاکستان کی سرزمین بھی بڑی زرخیز ہے۔ علما و مشائخ، اربابِ فضل و کمال اور اصحابِ فکر و قلم کے وجودِ مسعود سے آج بھی یہ ملک لالہ زار بنا ہوا ہے۔ تصنیف و تالیف، تحقیق و تنقید اور ادب و شاعری کے میدان میں پاکستان، ہندوستان سے دو قدم آگے ہے۔ حضرت علامہ الحاج الشاہ ابوداؤد محمد صادق قادری دام ظلہ العالی پاکستان کے قدسی صفات علما و مشائخ میں سے ایک ہیں جن کی بدولت شہر گوجرانوالہ نجدیت کے آرگن سے اہلِ سنت کا مثالی مرکز بن گیا۔ شیخ ابوداؤد محمد صادق، محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قدس سرہ کے خلیفۂ اول اور ان کے علمی و روحانی جانشین ہیں۔ آپ نے ۶۵/ سال تک بڑے صبر و ضبط اور محنت و اخلاص سے دین و سنیت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے جہادِ فکر و قلم کا پورا پاکستانی معاشرہ قائل ہے اور اپنے ممدوح کو شیخ طریقت، نباضِ قوم و ملت، آفتابِ رضویت، یادگارِ اسلاف اور سراپا تقویٰ و اخلاص کے القاب سے یاد کرتا ہے۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ "مولانا صادق بڑے تقویٰ شعار بزرگ ہیں۔" ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، حضرت مولانا بدر الدین قادری، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا ازہری، علامہ ارشد القادری اور امینِ ملت حضرت محمد امین میاں قادری مارہروی سے آپ کے گہرے روابط و تعلقات رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "فیضانِ صادق" شیخ ابوداؤد محمد صادق کی کتاب حیات کے چند زریں اوراق ہیں، جس میں آپ کی ۶۵/ سالہ دینی، علمی، ملی، سیاسی، سماجی، تبلیغی و اصلاحی خدمات جلیلہ کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اور نسل نو کو پیامِ فکر و عمل دیا گیا ہے۔ کتاب کے مرتب و مولف جناب مولانا محمد حفیظ نیازی دام ظلہ چیف ایڈیٹر ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ، پاکستان ہیں۔

پاکستان کے اصحابِ قلم میں مولانا حفیظ نیازی ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ کا دیکھ کر آپ کی تحریری لیاقت اور قلمی صلاحیت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ آپ صاحبِ تذکرہ شیخ ابوداؤد محمد صادق کے رفیقِ خاص ہیں۔

کتاب کے اکثر مضامین و مشمولات ماہنامہ رضائے مصطفیٰ میں قسط وار شائع ہو چکے ہیں اور اب یکجا کتابی شکل میں قارئین کو دعوتِ مطالعہ دے رہے ہیں۔

یہ سوانحی مجموعہ تذکرہ و سوانح کی عام کتابوں سے ذرا ہٹ کر ہے۔ نظم و ترتیب کا بڑی حد تک فقدان ہے، جو اصولِ سوانح نگاری کے خلاف ہے۔ اندازِ بیان سادہ اور سنجیدہ ہے۔ امید ہے کہ کتاب عوام و خواص میں مقبول ہوگی اور عقیدت کیشانِ صادق "فیضانِ صادق" کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ ☆☆☆

کتبِ موصولہ

طفیل احمد مصباحی

نمبرشمار	اسماے کتب	مصنف	صفحات/قیمت	ناشر
۱	الثورۃ الہندیۃ	علامہ فضل حق خیرآبادی تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر قمرالنسا	۱۴۴/درج نہیں	دارالاسلام C-8 محی الدین منزل، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور (پاکستان)
۲	نورِ ایمان (منظوم کلام)	مولانا محمد عبدالسمیع بیدل، رام پوری	۹۶/درج نہیں	دارالاسلام C-8 محی الدین منزل، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور (پاکستان)
۳	دفاع سیدنا امیر معاویہ (مجموعہ رسائل)	تقدیم وترتیب: محمد رضاء الحسن قادری	۲۰۸/درج نہیں	دارالاسلام C-8 محی الدین منزل، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور (پاکستان)
۴	مجلہ حجۃ الاسلام، لاہور علامہ اشرف سیالوی نمبر	مدیر محمد رضاء الحسن قادری معاون مرتب: محمد سہیل احمد سیالوی	۳۶۰/درج نہیں	دارالاسلام C-8 محی الدین منزل، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور (پاکستان)
۵	اخراج اسلام از ہند	مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش	۶۲۰/درج نہیں	اویسی بک اسٹال، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ
۶	تذکرہ علماے امرتسر	حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ترتیب: محمد کاشف رضا	۲۴۰/درج نہیں	والضحیٰ پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
۷	اہلِ سنت کی آواز ۱۴۳۶ھ/نومبر ۲۰۱۴ء خصوصی شمارہ خلفاے خاندانِ برکات	مدیر اعلیٰ: سید نجیب حیدر قادری برکاتی	۷۰۵/درج نہیں	دارالاشاعت برکاتی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ (یوپی)
۸	اکمل التاریخ	مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی/اسید الحق قادری	۴۶۰/درج نہیں	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۹	نظامِ عمل (اردو/ہندی)	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی ترتیب وتخریج: عبدالعلیم قادری مجیدی	۲۸۰/درج نہیں	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۱۰	تذکرہ مشائخِ قادریہ مجیدیہ	تنویر خان قادری بدایونی	۸۸/درج نہیں	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۱۱	اصولِ افتا	فضیلۃ الشیخ علامہ عمر بن محمد شیخلی مترجم: مفتی دلشاد احمد قادری	۶۴/درج نہیں	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)
۱۲	بدایوں سے بغداد تک (اردو، ہندی)	مرتب: مولانا سید عادل محمد کلیمی	۱۲۸/درج نہیں	تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ عالیہ قادریہ، مولوی محلہ ضلع بدایوں (یوپی)

منظومات

نعت رسول اکرم ﷺ

جب نبی کے عشق کی شمعیں فروزاں ہوگئیں
آندھیاں فانوس بن کر خود نگہباں ہوگئیں

ساعتیں جتنی کٹیں ذکرِ شہِ کونین میں
شہرِ تنہائی میں وہ جینے کا ساماں ہوگئیں

وہ گدا دینے لگا ہے تاج داروں کو زکاۃ
مہرباں جس پر مرے آقا کی گلیاں ہوگئیں

میری مٹھی میں درِ سرکار کے ماہ و نجوم
دیکھ کر خورشید کی آنکھیں بھی حیراں ہوگئیں

میرے لب پر آگیا تھا مصطفیٰ کا نام بس
خود بخود ہی بدلیاں غم کی گریزاں ہوگئیں

دل ہمارا ہوگیا دنیا کی رونق سے اچاٹ
حسرتیں دیدارِ طیبہ کی جو مہماں ہوگئیں

شہرِ طیبہ کی ہوا نے جانے کیا آکر کہا
دل کی کلیاں یوں کھلیں صحنِ گلستاں ہوگئیں

اے بہارِ طیبہ کیا اس کے مقدر کا جواب
جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہوگئیں

گنگناتی ہیں مرے آقا تری مدحت کے گیت
تیرے صدقے میں ہوائیں بھی سخن داں ہوگئیں

جس تیری یاد اس دل میں ہوئی مسند نشیں
زندگی کی ساری یادیں طاقِ نسیاں ہوگئیں

بے طلب ہی نور ہم نے ان کے دستِ فیض سے
اتنا پایا، آرزوئیں بھی پشیماں ہوگئیں

سید نور الحسن نورؔ فتح پوری

منقبت

خوشبو بکھیرتا ہے گلستانِ اہلِ بیت
شاداب ہے جہاں خیابانِ اہلِ بیت

ساغر بلب ہیں خلد میں رندانِ اہلِ بیت
کتنے ہیں خوش نصیب ثنا خوانِ اہلِ بیت

دوزخ رسید ہوں گے یقیناً جفا شعار
جنت نشین ہوں گے محبانِ اہلِ بیت

آغوشِ مصطفیٰ میں پلے تھے سبھی نفوس
ایمان بخش کیوں نہ ہو ایمانِ اہلِ بیت

میدانِ کربلا میں کنارے فرات کے
ہفتوں سے تشنہ لب ہیں اسیرانِ اہلِ بیت

تیغِ الم سے چور، مصائب سے ہیں نڈھال
منہ سے نہ اف کیا یہ ہے ایقانِ اہلِ بیت

امت کی بہتری کے لیے ہیں دعا گزار
اہلِ وفا پہ دیکھیے احسانِ اہلِ بیت

کوثر اداس ساقیِ کوثر ملول ہیں
پیاسے ہیں تین دن سے اسیرانِ اہلِ بیت

باطل سے ڈرنے والے نہیں اے یزیدیو
میدانِ کربلا میں دلیرانِ اہلِ بیت

قرآنِ حق بیان کرے جب کہ مدحتیں
کیا کر سکے بیان کوئی شانِ اہلِ بیت

گردوں کے ماہ و شمس کی کرنیں ہیں زرد زرد
ذرے بھی کربلا کے ہیں قربانِ اہلِ بیت

تیروں کی یورشوں میں بھی شاداں رہے حسین
شبیر نام دار ہیں ارمانِ اہلِ بیت

سونگھیں نہ کیوں رسول نواسوں کو دم بہ دم
فردوس کے ہیں پھول شہیدانِ اہلِ بیت

جنت مجھے ملے گی یقیناً یقین ہے
میں بھی تو ہوں غلامِ غلامانِ اہلِ بیت

ہرگز لحد کی مٹی نہ کھائے گی جسم کو
دل میں مرے مکین ہیں شاہانِ اہلِ بیت

نازاں ہوں دل سے اپنے درخشاں نصیب پر
فضلِ خدا سے میں بھی ہوں دربانِ اہلِ بیت

صبح و مسا خدا سے مری بس ہے یہ دعا
چھوٹے نہ ہاتھ سے کبھی دامانِ اہلِ بیت

محشر کے روز مجھ کو بھی لے لیں گے اپنے ساتھ
عشاقِ مصطفیٰ و محبانِ اہلِ بیت

قدموں سے مصطفیٰ کے لپٹ کر بروزِ حشر
خلدِ بریں میں جائیں گے یارانِ اہلِ بیت

گلزارِ دینِ شاہِ مدینہ کے واسطے
فرحت فزا ہے فصلِ بہارانِ اہلِ بیت

خلقِ عظیم آلِ شہِ دیں بیاں کروں
حاصل کہاں ہر اک کو ہے عرفانِ اہلِ بیت

محشر کی جاں گداز تپش میں علیِ زار
ساغر بکف رہیں گے محبانِ اہلِ بیت

علی احمد سیوانی، علی گڑھ

صداے باز گشت

عام چوروں کے لیے قانون الگ اور خاص چوروں کے لیے الگ

مکرمی! .... سلام مسنون

چاول، دال، سبزی، آٹا، شکر اور دیگر چھوٹے موٹے چوروں اور ڈکیتوں کا نام جب ہندی اردو اور انگریزی اخباروں میں چھپتے ہیں تو ان بڑے بڑے گھوٹالے باز اور وطن کے دھن فروشوں کے نام کیوں ظاہر نہیں کیے جا رہے ہیں، مرکزی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے ناجائز ارب پتیوں کے نام ایمان داری سے عوام کے سامنے لائے، رہی بات قانون کی تو مجھے نہیں لگتا ہے کہ ملک کا قانون دیش کے خزانے لوٹنے والوں کے نام شائع کرنے سے روکے گا کیوں کہ ملک کا قانون بنا ہی اس لیے ہے کہ ملک میں رہنے والے تمام افراد کو مساوات حاصل ہو، اگر کالا دھن رکھنے والوں کے نام شائع نہیں کیے جاتے ہیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ عام چوروں کے لیے قانون الگ ہے اور خاص چوروں کے لیے الگ۔

ارون جیٹلی جو ہمارے ملک کے ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں کو یہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ناموں کے افشا ہونے پر کانگریس کو خفت اٹھانی پڑے گی، ابھی تو کانگریس کے اجے ماکن نے اس خدشہ کا بھی ازالہ کر دیا کہ انہیں کوئی خوف خطر نہیں، حکومت اپنا کام کرے اور تمام ۸۰۰/ نام ظاہر کرے۔ دیکھنا ہے کہ حکومت اپنے وعدے کیسے پورے کرتی ہے یا صرف بلیک منی کے معاملے میں بقول اجے ماکن بلیک میلنگ ہی کرتی رہے گی۔

فقط

محمد اختر علی واجد القادری، میرا روڈ ممبئی

موت ایک ناقابلِ تردید سچائی

مکرمی! .... سلام مسنون

انسانی دنیا کے آغاز سے آج تک موت کائنات کی عظیم ترین سچائی ہے۔ ایک ایسی سچائی جس کا علم سب کو ہے اور ہر فرد بشر جس نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ اسے اس دنیا کو ترک کر کے ایک دن ایک ایسی دنیا کے سفر پر روانہ ہونا ہے جو اپنی حدوں میں لازوال اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ مگر اس مجموعی اعتراف کے باوجود بھی انسان نے اس فانی زندگی کو ہی اپنا مقصود بنا لیا ہے اور آخرت یا حیات بعد الممات کی تیاری سے یکسر غافل ہے۔ دنیا کے سارے ادیان و مذاہب میں موت کا ایک حتمی تصور ہے اور عذاب و ثواب کا ایک سلسلہ ہے جو ظاہری زندگی کے ختم ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسلام اس باب میں دنیا کے تمام موجودہ ادیان سے منفرد ہے اور اس کا واضح پیغام ہے کہ ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور دنیا کی زندگی ایک محدود وقفے کی اور ایک بار کی ہے۔ جب کہ بعض دوسرے مذاہب کے فلسفیانہ نظریے کی طرح آمد و رفت، تناسخ یا تجسیم کی باطل فکر کی اسلام مکمل نفی کرتا ہے اور یہی صداقت بھی ہے اور موجودہ سائنس نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ انسانی زندگی کا چراغ ایک بار بجھ گیا تو پھر وہ جلنے والا نہیں ہے۔ اب تو صرف قبر و حشر کی منزلیں ہیں جہاں لوگ اپنے کیے کی جزا اور سزا پائیں گے اور اپنے رب کے حضور اپنے اعمال کا حساب دیں گے۔ اسلام کی اس حقانیت کو عقلی اور منطقی طور پر بھی بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے بشرطے کہ آنکھوں پر تعصب کا چشمہ نہ ہو اور بصیرت و بصارت کے دروازے کھلے ہوں۔ کلّ نفسٍ ذائقة الموت ایک یاد دہانی ہے انسان کے لیے کہ وہ دنیا کی چمک دمک میں اپنی حقیقت کو نہ بھولے اور یہ بات اس کے ذہن و دل میں راسخ طور پر موجود ہو کہ ایک دن اسے موت کی آغوش میں اترنا ہے۔ اور پھر اس کے بعد اعمالِ صالحہ ہی کی پونجی سے آگے کی زندگی کے مراحل طے کرنے ہیں۔ یہ احساس جب ایک آدمی کے دل میں خاص طور پر مسلمان کے دل میں جاگزیں ہوگا تو وہ ہر لحہ موت کی تیاری میں مصروف ہوگا اور زیادہ سے زیادہ زادِ راہ جمع کرنے کی فکر اسے لاحق ہوگی۔ اس کے برعکس اگر وہ دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ تسلیم کر لے گا تو وہ مادیت کی گہری کھائی میں اتر کر اپنی جوہری حقیقت کو بھلا دے گا اور اس کا احساس اس کو اس وقت نہیں ہوگا جب تک موت کی بجلی اس پر نہیں چمکتی ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جسے قرآن نے ”وإذا بلغت الحلقوم“ سے تعبیر کیا ہے، یعنی جب روح گلے تک پہنچ جائے گی اور دمِ واپسیں کا مرحلہ ہوگا تو یہ دنیا پرست انسان کو اس کا اندازہ ہوگا کہ زندگی ایک ناپائدار شے ہے اور آخرت کو ہی پائداری حاصل ہے لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ لہٰذا اصل دانش مندی اسی میں ہے کہ اس کی تیاری وقت سے پہلے دنیا میں رہتے ہوئے ہی کر لی جائے۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دینے کا اسلامی نظریہ در اصل اسی تعلیم و تاکید پر مبنی ہے کہ موت کے ذائقے سے آشنائی سے پہلے ہی اس کے استقبال کی تیاری کر لی جائے۔ جس نے بھی خود کو اللہ کے لیے تیار کر لیا اور آخرت کی لہلہاتی فصلوں سے اپنی زمینِ حیات کو آباد کر لیا وہ کامیاب و کامران ہے اور موت اس کے لیے محض ایک وقفۂ نور ہے۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

نشانِ مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آمد تبسم بر لب اوست

مرد مومن کی پہچان یہ ہے کہ جب اسے موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے گویا اسے زندگی کے ختم ہونے کا غم نہیں ہوتا بلکہ اصل اور لازوال زندگی کے شروع ہونے کی دائمی خوشی سے اس کا دل معطر و منور ہوتا ہے۔ حدیث "موتوا قبل أن تموتوا" یعنی موت آنے سے پہلے مرجاؤ، بھی اسی جانب اشارہ کرتی ہے۔ یہاں مرنے سے مراد ترکِ زندگی نہیں ہے اور نہ ہی ترکِ دنیا ہے، بلکہ ترکِ معاصیات و مفاسدِ حیات ہے۔ جس نے بھی دنیا میں رہتے ہوئے آلائشِ دنیا سے خود کو پاک رکھا وہ اپنے نفس کو رضائے الٰہی پر راضی رکھا تو وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کی راہ کا ہی مسافر بنا ہوا ہے اور یہی وہ اسلامی طریقہ ہے جس پر گام زن رہ کر ہی موت کو مسخر کیا جا سکتا ہے۔

کل نفس ذائقة الموت اللہ کی ابدیت اور انسان کی فنائیت، اللہ کے باقی اور انسان کے فانی ہونے کی سچائی کا بھی مظہر ہے، اس لیے کہ قیامت کے قیام کے مختلف مراحل ہیں۔ ایک مرحلہ آئے گا جب اللہ اپنے مقرب ترین فرشتوں کو مرجانے کا حکم دے گا تو فرشتے بارگاہِ الٰہی میں یہ دلیل پیش کریں گے، اے مالکِ ارض و سما ہم تو سراپا روح ہیں، جوہرِ لطیف ہیں، ہم میں نفس ہے ہی نہیں تو پھر ہمیں موت کا حکم کیوں؟ اس پر اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا، کیا تم نے نہیں سنا کہ "کل شيءٍ هالك الا وجهه" تب فرشتے فوراً ہی سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے موت کا لبادہ اوڑھ لیں گے۔ اللہ کی قدرت اور مخلوقات کی بے چارگی اور عدمِ قدرت کی نشانیوں میں سب سے بڑی نشانی موت ہے جو ہر ذی نفس کا مقدر کر دی گئی ہے۔ آسمان و زمین کی ہر مخلوق چاہے وہ جس سطح اور معیار کی ہو عالم ہو یا عامی، جاہل ہو یا صاحبِ علم، بادشاہ ہو یا رعایا، آقا ہو یا غلام، غریب ہو یا امیر، موت کی گرفت سے آزاد نہیں۔ سب کو مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا احتساب ہونا ہے، لہٰذا یہ ہمارا اولین عمل ہونا چاہیے کہ چاہے جو بھی کام کریں اس بات کا خیال رکھیں کہ انجامِ کار موت بھی ہماری منزل ہے۔

از: بدر عالم اعظمی، مقام فتح پور، پوسٹ چاند پٹی، اعظم گڑھ

نبی کی رحمتِ نوری سے ڈھک گئی دنیا

خلیل احمد چشتی کے مکتوب کا تنقیدی جائزہ

مکرمی! ....سلام مسنون

ماہ نومبر کے مکتوبات کے کالم میں جناب محمد خلیل چشتی مصباحی کا مراسلہ شائع ہوا ہے۔ اپنے اس مراسلے میں چشتی صاحب نے ماہ ستمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں شائع حسن رضا اطہر (بوکارو) کی نعت کے ایک مصرع پر اپنی رائے پیش کی ہے۔ حسن رضا اطہر کا مذکورہ مصرع ہے: "ہزار رنگ کے پھولوں سے ڈھک گئی دنیا"۔

اس مصرع پر اعتراض کرتے ہوئے چشتی صاحب لکھتے ہیں:

"ہزار رنگ کے پھولوں سے ڈھک گئی دنیا" یہ ایک تشبیہ ہے جس سے مراد حضور ﷺ کا فیضان ہی ہو سکتا ہے۔ اب اس میں حضور ﷺ کے بے مثل فیض رسانی ہزار کی گنتی میں سمٹ گئی ہے۔"

یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چشتی صاحب شاید ہزار کے مفہوم سے واقف نہیں۔ اردو زبان کی متعدّد لغات میں لفظ "ہزار" کثرت کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اس کا مطلب محض ایک ہزار نہیں، لاتعداد، بے حد، بہت زیادہ، نہایت وغیرہ بھی ہے۔ پھر لفظ "ہزار" کے ساتھ جتنے محاورے اور روز مرہ استعمال میں ہیں ان سب میں بھی یہی مفہوم پوشیدہ ہے، ذیل میں فیروز اللغات سے چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

ہزار: دس سو، ہر چند، بہتیرا، کتنا ہی۔
ہزار بار: اکثر بار، ہزار دفعہ۔
ہزار پر بھاری ہونا: بڑی تعداد پر غالب ہونا۔
ہزار جان سے: نہایت شوق سے۔
ہزار جان سے فدا ہونا: بے طرح عاشق ہونا۔
ہزار حیف: بڑا افسوس، نہایت افسوس
ہزار شکر: بے انتہا شکر۔
ہزار ہاتھ: بلا مبالغہ، ضرور بالضرور۔ کثرت۔ بے حد۔ بہت
ہزار ہاتھ ہیں: بہتیرے ہاتھ ہیں۔

ان مثالوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو مذکورہ بالا مصرع بالکل درست ہے، جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ لاتعداد قسم کے پھولوں سے یہ دنیا آراستہ ہو گئی ہے۔

اس مفہوم کے پیشِ نظر مصرع میں کسی قسم کی اصلاح کی گنجائش نہیں نکلتی، مگر چشتی صاحب اس مصرع کی اصلاح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"خوب سے خوب تر کی جستجو کے نظریے کے تحت اس مذکورہ نعت کا مطلع اور ایک شعر یوں کر دیا جائے تو بہتر ہے۔

نبی کی رحمتِ نوری سے ڈھک گئی دنیا
وہ کائنات میں آئے، چمک گئی دنیا"

نعت کے پہلے مصرع کو چشتی صاحب نے اپنی دانست میں درست کر دیا لیکن اسی کے ساتھ دو مصرعے اپنی طرف سے منسلک کر دیے:

"لاکھ دو لاکھ سے زائد بھی کھلے پھول مگر
آخری پھول کھلا تو مہک گئی دنیا"

واضح ہو کہ حسن رضا اطہر کی نعت "مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن"

کے ارکان پر ہے۔جب کہ چشتی صاحب نے اصلاح کے بعد جو دو مصرعے زائد اپنی طرف سے پیش کیے ہیں ان میں ایک مصرع "فاعلاتن، فعلاتن، فعلاتن فعلن" کے ارکان پر اور دوسرا مصرع سرے سے کسی بحر ہی میں نہیں ہے۔مزید تشفی کے لیے تقطیع ملاحظہ کریں:

حسن رضا اطہر کا مصرع:

"نبی کی رحمت نوری سے ڈھک گئی دنیا"

مَفَاعِلُن	فَعِلَاتُن	مَفَاعِلُن	فَعلُن
نبی کِ رَح	مَت نُوری	س ڈک گئی	دنیا

اور چشتی صاحب کا مجوزہ شعر:

"لاکھ دو لاکھ سے زائد بھی کھلے پھول مگر
آخری پھول کھلا تو مہک گئی دنیا"

فَاعلَاتُن	فَعِلَاتُن	فَعِلَاتُن	فعلن
لَاک دُولَا	ک س زائد	ب کلے پو	لَ مگر

یہ تو ہوئی پہلے مصرعے کی تقطیع، جب کہ دوسرے مصرعے میں مذکورہ دونوں بحروں کے ارکان خلط ملط کر دیے گئے۔ ابتدائی رکن "فاعلاتن فعلاتن" پھر مصرعے کا دوسرا حصہ "مفاعلن، فعلن" کے وزن پر لکھے گئے۔اس طرح ارکان بنے "فاعلاتن، فعلاتن، مفاعلن، فعلن"۔ میرے جانکاری میں یہ کوئی بحر نہیں اور نہ یہ ارکان عروض کے کسی قاعدے کے تحت آتے ہیں۔لہٰذا اگر میں یہ کہوں کہ "اصلاح کی ضرورت حسن رضا اطہر کو نہیں خود چشتی صاحب کو ہے" تو بے جانہ ہوگا۔ فقط

ابوالتمش اعظمی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو۔پی)
abooaltamash@gmail.com

ڈاکٹر توصیف حسن کا معاندانہ رویہ

مکرمی! ....سلام مسنون

ڈاکٹر توصیف حسن (نئی بستی، مراد آباد، یوپی) نے ایک طویل مقالہ "اردو نعت گوئی: ایک تنقیدی جائزہ" (مطبوعہ سہ ماہی چشمۂ اردو، چھتیس گڑھ اردو اکیڈمی رائے پور) بابت اپریل تا جون ۲۰۱۴ء حضرت آسی غازی پوری اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہما الرحمۃ والرضوان کے خلاف انتہائی معاندانہ انداز میں سپرد قلم کیا ہے۔اس کے جواب میں ناچیز راقم الحروف اپنا مقالہ آں جناب کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔اگر آپ کے رسالے کے معیار کے مطابق مرسلہ مقالہ ہو تو براہ کرم قریبی شمارے میں شامل اشاعت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت کریں۔ والسلام

نیاز کیش- عبدالمجید فیضی، ممبر اڑیسہ اردو اکیڈمی، بھونیشور

آہ! چند مہینوں میں دو نوجوان ازہری علما چل بسے

مکرمی! ....سلام مسنون

نومبر کا ماہنامہ اشرفیہ نظر نواز ہوا، دل کو چین قلب کو قرار، آنکھوں کو ٹھنڈک، روح کو تازگی فکر کو بلندی اور نظر کو بالیدگی نصیب ہوئی، بڑی بے صبری سے ماہنامہ اشرفیہ کا انتظار رہتا ہے، ماہنامہ اشرفیہ دیکھ کر اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، دل کہتا ہے، لو تمھارا ماہنامہ آگیا۔اس ماہ کا ماہنامہ اشرفیہ دیکھا، ٹائیٹل پیج انتہائی دیدہ زیب تھا، عادت کے مطابق اداریہ کی سرخی پر نگاہ ڈالی، سرخی تھی، فاضل اشرفیہ حضرت مولانا محمد کرامت رسول ازہری، دل دھک سے ہو کر رہ گیا دیوانے کی طرح بڑبڑایا، یا اللہ خرمن حیات پر پھر بجلی گری کیا؟ کیا دنیا پھر موت کے آغوش میں سو گئی؟ لگتا ہے موت العالم موت العالم کی عملی تفسیر پھر سامنے آگئی زبان پر کلمہ ترجیع جاری ہوا۔ یہ دوسرا سانحہ تھا امت مسلمہ کے لیے جو کسی بھی دین کا درد رکھنے والے مرد مومن کو سوچنے پر مجبور کرنے کے لیے کافی سے زیادہ تھا، چھ سات ماہ پہلے ہی کی بات تو ہے جب امت مسلمہ پر قیامت صغریٰ کی کالی گھٹا چھائی تھی، عقل والے حواس باختہ، علم والے دست بدنداں اور فضل والے سر بگریباں ہو گئے تھے، مولانا اسید الحق محمد عاصم القادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کسی قیامت صغریٰ سے کم نہ تھی، ان کی وفات نے ہر دل کو پر غم، ہر آنکھ کو پر نم کر دیا تھا، ابھی تو وہ زخم مندمل بھی نہیں ہوا تھا، البتہ پپڑیاں لگ گئیں تھیں کہ حضرت مولانا کرامت رسول ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت نے اسے پھر سے ہرا کر دیا۔صرف چھ سات مہینوں کے اندر اندر امت مسلمہ نے اپنے دو عظیم جرنیلوں کو کھو دیا۔حیرت انگیز طور پر دونوں میں انتہائی حد تک مماثلت بھی ہے۔وہ بھی خانقاہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ بھی، ان کے آبا واجداد نے بھی علم وفضل کے اوج ثریا پر کمندیں ڈالیں ان کے آبا واجداد بھی اسی راہ کے شہسوار تھے، انھوں نے بھی انتہائی قلیل مدت میں اپنی عظمتوں اور صلاحیتوں کا لوہا منوایا تھا اور یہ بھی اسی راہ پر گامزن تھے، وہ بھی ازہری تھے یہ بھی ازہری تھے، انھوں نے بھی عین عالم شباب میں داعی اجل کو لبیک کہا تھا اور ان کا بھی یہی حال تھا۔موت کسی کی ہو غم وآلام کی سوغات دے جاتی ہے لیکن آفتاب نصف النہار کا اچانک بادلوں کے اوٹ میں چھپ جانا کچھ زیادہ ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجا ہے کہ عالم اسلام کی دونوں عظیم شخصیتوں کو ان کے اعمال خیر کا پورا پورا بدلہ عطا فرما اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ از: محمد نعمت اللہ مصباحی، مالیگاؤں

جماعتی سرگرمیاں

بدایوں میں سہ روزہ عرس قادری مجیدی

خانقاہ قادریہ بدایوں شریف، آٹھ سو سال سے قدیم خانقاہ ہے اس میں ہر دور میں یگانہ روزگار علما اور مشائخ رہے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں کا رابطہ خانقاہ غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی سے ہر زمانے میں انتہائی قریبی رہا ہے۔ حضرت سیدنا شاہ عین الحق عبد المجید قادری بدایونی علیہ الرحمہ کے عہد سے کچھ عرصہ قبل خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے بھی بڑا گہرا رابطہ رہا ہے۔ چند ماہ قبل برادرِ مکرم حضرت علامہ اسید الحق محمد عاصم قادری علیہ الرحمہ بغداد شریف میں شہید ہو گئے۔ موصوف گوناگوں اوصاف و کمالات کے جامع تھے۔ اس عہد میں آپ کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ فرمائے۔

مولانا اسید الحق قادری کے برادرِ عزیز صاحب زادہ مولانا عزام میاں دام ظلہ العالی نے خادم سے رابطہ کیا اور حکم دیا کہ آپ کو عرس قادری کی تقریبات میں شرکت کرنا ہے۔ دراصل گزشتہ سال جب عرس قادری کے موقع پر ایک صفحہ کا اشتہار اخبار میں شائع ہوا تھا تو ہم نے حضرت علامہ اسید الحق قادری علیہ الرحمہ کو مبارک باد پیش کی تھی، حسب عادت انھوں نے بھی حکم دیا تھا کہ آپ کو برسوں سے دعوت دی جا رہی ہے مگر آج تک عرس میں شرکت نہیں کر سکے۔ آپ ابھی وعدہ کیجیے کہ آئندہ سال ضرور آئیں گے۔ ہم نے بڑی فراخ دلی سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ آئندہ سال دعوت آئے یا نہ آئے مگر خادم مشائخِ کرام کے برکات لوٹنے ضرور آئے گا۔ مگر افسوس چند ماہ کے بعد یہ افسوس ناک خبر آئی کہ موصوف بغداد مقدس میں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ ان کی شہادت صرف خانقاہ قادریہ بدایوں کا غم نہیں تھا بلکہ اسے جہانِ سنیت میں ایک لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ ہم ان کے عرسِ چہلم میں بھی شریک ہوئے۔ ایک عجیب و غریب غم و اندوہ کا عالم تھا۔ اس بار عرسِ قادری میں مرشدِ طریقت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ مجیدیہ بدایوں، رفیقِ ملت حضرت سید نجیب حیدر برکاتی سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، حضرت علامہ سید یحییٰ عبد النعیم حسن ازہری اکتانی، اور صاحب زادہ حضرت مولانا عطیف قادری بدایونی وغیرہ اہم شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ عرسِ قادری کے نظم و نسق نے بے پناہ متاثرہ کیا۔ (از: مبارک حسین مصباحی)

روزنامہ انقلاب کے حوالے سے چند تراشے قارئین کی نذر ہیں:

عرس قادری میں ۹ر نومبر ۲۰۱۴ء کی صبح ۹ر بجے مدرسہ عالیہ قادریہ سے جلوس تبرکات نکل کر درگاہ قادریہ پر پہنچے اور باضابطہ عرس کا آغاز ہوا۔ بعد نمازِ عصر عالمِ ربانی شہیدِ بغداد مولانا اسید الحق قادری بدایونی علیہ الرحمہ کی فاتحہ ہوئی، بعد نمازِ مغرب حلقۂ ذکر ہوا اور بعد نمازِ عشا محفلِ نعت و مناقب اور علمائے کرام کے بیانات ہوئے۔ ۱۰ر نومبر کو بعد نمازِ فجر حلقۂ ذکر ہوا، اس کے بعد محفلِ نعت و مناقب اور مواعظ و بیانات ہوئے، بعد نمازِ ظہر تبرکات شریف کی زیارت کرائی گئی اور پھر عشا کے بعد ”قادری مجیدی کانفرنس“ کا انعقاد ہوا۔

سہ روزہ تقریبات میں ہندوستان کے علاوہ بیرون ہند کے نامور علما و فضلا کے ساتھ ساتھ ہزاروں کی تعداد میں معتقدین نے شرکت کی۔ قادری مجیدی کانفرنس کی سرپرستی رفیقِ ملت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی اور صدارت خانقاہ قادریہ مجیدیہ کے سجادہ نشیں تاج دارِ اہلِ سنت حضرت شیخ عبد الحمید محمد سالم قادری نے فرمائی۔ کانفرنس کا باقاعدہ آغاز قاری جمیع الدین قادری (متعلّم مدرسہ قادریہ) کی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ اس کے بعد نعت خوانی کا سلسلہ چلا۔ اس کے بعد صاحب زادہ حضرت علامہ عطیف قادری بدایونی نے خطبۂ استقبالیہ پیش فرمایا۔ اس موقع پر مصر سے تشریف لائے مہمان خصوصی حضرت علامہ سید یحییٰ عبد النعیم حسن ازہری الکتانی نے عربی زبان میں تصوف، اہلِ تصوف اور ملی اتحاد و اتفاق پر ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ آپ کے خطاب کا ترجمہ مولانا نعمان ازہری (البرکات علی گڑھ) نے کیا۔ اس کے بعد بالترتیب مولانا سید سیف الدین اصدق، مولانا مبارک حسین مصباحی (ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ) اور مولانا ڈاکٹر سید شمیم الہدیٰ منعمی نے خطاب کیا۔ رفیقِ ملت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی نے شہید بغداد عالمِ ربانی مولانا اسید الحق قادری کی حیات و خدمات اور ان کی ناگہانی رحلت کے متعلق گفتگو کی۔ اس موقع پر ہر سال کی طرح امسال بھی تاج الفحول اکیڈمی سے ۵ر کتابوں کا اجرا حضور رفیقِ ملت اور تاج دارِ اہلِ سنت کے ہاتھوں ہوا۔ جن میں بدایوں سے بغداد تک (سوانح شہیدِ بغداد)، شجر ہائے خلد، نظامِ عمل (ہندی/اردو) تذکرہ مشائخِ قادریہ مجیدیہ اور حدیثِ محبت (مجموعۂ نعت و مناقب) شامل ہیں۔ رسمِ اجرا کے بعد طلبۂ مدرسہ قادریہ کی دستار بندی ہوئی۔ آخر میں تاج دارِ اہلِ سنت صاحبِ سجادہ خانقاہ قادریہ کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر صاحب زادہ مولانا عزام میاں قادری، حافظ عبد القیوم قادری، سید اختر میاں (صاحبِ سجادہ خانقاہ صمدیہ) مولانا یٰسین اختر مصباحی (دار القلم دہلی) مولانا خوشتر نورانی (ایڈیٹر ماہنامہ جامِ نور)، مولانا سید ممشاد پاشا قادری، سید شجاع الدین افتخاری، سید جیلانی پاشا قادری، سید لئیق میاں (اجمیر شریف)، سید سچے میاں، مولانا انوار احمد شیری، مولانا فہیم ازہری،

مولانا عرفان ازہری، سید نشاط میاں، مولانا غلام حسین، مولانا ابرار رشیدی کے علاوہ متعدّد علمانے شرکت کی۔

عزیز المساجد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں
"کربلا کا پیغام اکیسویں صدی کے نام"

خلفائے راشدین اور حضرت امام معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید پلید نے ناجائز طور پر امت مسلمہ کی باگ ڈور سنبھالی اور مدینے میں طے شدہ گورنر ولید بن عقبہ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ اولین فرصت میں امام عالی مقام حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے میری بیعت کا مطالبہ کرو اگر وہ بہ خوشی بیعت کریں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی گردن کاٹ دو۔ مذکورہ خیالات کا اظہار مولانا مبارک حسین مصباحی جنرل سکریٹری تنظیم ابنائے اشرفیہ نے طلبۂ جماعت رابعہ کے زیر اہتمام جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی عزیز المساجد میں منعقدہ "ذکر شہدائے کربلا" کے پروگرام سے "کربلا کا پیغام اکیسویں صدی عیسوی کے نام" کے موضوع پر بھرپور خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مولانا نے مزید کہا کہ مدینے کے گورنر نے بڑی خاموشی سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا آپ سے گفتگو ہوئی اسی مقام پر مروان بن حکم بھی موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ ولید بن عقبہ نے حضرت امام حسین کو رخصت کر دیا تو اس نے کہا کہ اگر آج آپ نے انھیں چھوڑ دیا تو ان پر غلبہ حاصل کرنا بڑا مشکل ہوگا انھیں بیعت یزید کے لیے مجبور کرو اور اگر یہ تیار نہ ہوں تو انھیں قتل کر کے قصہ ختم کر دو یہ بات ولید کے لیے ناگوار تھی کہ وہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول اور شہزادۂ مولیٰ علی کی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹ دے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان کے مزار اقدس پر حاضری دے کر مکہ مکرمہ پہنچے اور پھر کوفیوں کے بے پناہ اصراری خطوط پر کوفہ جانے کے لیے روانہ ہوگئے حضرت امام حسین کی قیادت میں نفوس قدسیہ کا قافلہ میدان کربلا میں اس حال میں شہید ہوا کہ تین روز سے ان کا کھانا پینا بند کر دیا تھا حضرت امام حسین کی عمر ۵۶ ربرس ۵ رماہ ۵ ردن کی تھی دسویں محرم الحرام کو ٹھیک جمعہ کی نماز کے وقت ۶۱ھ کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ مولانا موصوف نے حضرت امام کی شہادت سے پہلے حضرت قاسم بن حسن مجتبیٰ، حضرت عباس علم بردار، حضرت علی اکبر اور علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہادتوں کے دل دوز اور المناک واقعات پر روشنی ڈالی۔ مولانا مصباحی نے اپنے موضوع کے مناسبت سے کہا کہ اے نوجوان طالبان علوم نبویہ ذرا اپنے عہد کے حالات پر نگاہ ڈالو ماضی اور حال کا منظر نگاہوں میں لاؤ آج کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سائنس کا دور ہے کل جن باتوں کو سوچ بھی نہیں سکتے تھے آج ہم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر فلسطین اور اسرائیل کے خوں چکاں واقعات ہیں، افغانستان اور عراق میں مسلسل بمباری ہے، ہندوستان میں لوجہاد کا فسانہ ہے اور عالمی سطح پر داعش اور القاعدہ کی دہشت گردی کے دل دوز حوادث ہیں۔ مولانا نے کہا کہ بابری مسجد تو ایک علامت بن گئی ہے ورنہ ہزاروں مسجدیں آج بھی ویران ہیں اور ان کا غلط استعمال ہو رہا ہے فسادات اور حوادث نے ہندوستانی مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ مولانا مصباحی نے مزید فرمایا کہ آج ضرورت ہے کہ عہد حاضر کے مسائل کا حل کربلائی حادثے میں تلاش کریں ہمیں غور کرنا چاہئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کیوں نہیں کی یزید سے کوئی ذاتی رنجش نہیں تھی بلکہ اصل مسئلہ دینی مسائل کے تحفظ کا تھا۔ یزید شراب پیتا تھا، یزید سود لیتا تھا، حرام حلال کا فرق ختم کر دیا تھا، مقام افسوس یہ ہے کہ حادثۂ کربلا کے بعد تین دن تک مسجد نبوی میں نماز نہیں ہو سکی تھی، یزیدی فوج نے مسجد حرام میں بھی گولے برسائے خانہ کعبہ کا غلاف مبارک نذر آتش کیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ یزیدیوں کے خلاف نہیں بلکہ ان کی بدکرداریوں کے خلاف لڑی تھی آج بھی دنیا میں بدکرداریاں اور بداعمالیاں موجود ہیں ہماری اخلاقی اور دینی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم کربلا کے پیغام کو آج کے حالات پر منطبق کریں اور صلاح وفلاح کا پیغام عام کریں۔

مولانا خالد ایوب مصباحی نے اپنے خطاب میں عاشورۂ محرم اور احوال کربلا کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے احوال کربلا کی روشنی میں عہد حاضر کے مسائل پر روشنی ڈالتے عاشورۂ محرم کی اہمیت اور عبادت و ریاضت پر بھی زور دیا، مولانا نے ملکی حالات کی سنگینی اور مخالفین کی بدکرداریوں پر بھی تاریخ کربلا کو منطبق کرنے کی سعی کی۔

پروگرام کا آغاز حافظ محمد عمران رضا آگرہ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ محمد اکبر علی، غلام احمد رضا اور نعمت اللہ نے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے۔ صدارت مفتی زاہد علی سلامی استاذ جامعہ اشرفیہ اور نظامت پٹیل عبدالرحمن گجراتی نے کی۔ اس موقع پر مولانا حبیب اللہ بیگ، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا عبداللہ مصباحی، مولانا شہباز مصباحی، مولانا ذوالفقار مصباحی ماسٹر فیاض احمد عزیزی اور سابق نگراں تعمیرات سفر احمد اعظمی وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں اساتذہ و طلبۂ جامعہ موجود تھے۔ طلبہ رابعہ کی جانب سے جملہ سامعین کے لیے سبیل و شیرینی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا پروگرام کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور مفتی زاہد علی سلامی کی رقت آمیز دعا پر ہوا۔

خیر و خبر

مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کا ۲۴واں جشن یوم تاسیس

اسلامی نیا سال محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے۔اسلامی کلینڈر واقعۂ ہجرت کی یاد تازہ کرتا ہے۔مکہ کی سرزمین پر جب کفار نے تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں تو حضور رحمت عالم ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت فرما گئے۔مدینہ طیبہ میں باضابطہ اسلامی سلطنت کی بنیاد پڑی اور اسلام کو زبردست غلبہ حاصل ہوا۔مولانا انوار احمد بغدادی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی نے ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۴ء بعد نماز جمعہ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، شاہی مسجد بڑا چاند گنج، لکھنؤ میں طلبہ کی انجمن فیضان نوری کے تحت منعقد "۲۴واں یوم تاسیس و جلسۂ شہدائے کربلا" کو خطاب کرتے ہوئے مذکورہ خیالات ظاہر کیے۔انھوں نے کہا کہ ہجرت مصطفی ﷺ سے امت کو یہ سبق ملتا ہے کہ تقدیر پر کامل ایمان رکھنے کے ساتھ اسباب کو بھی اختیار کرنا چاہیے۔سید الانبیا ﷺ نے سفر ہجرت کے موقع پر ظاہری اسباب کا سہارا لیا اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ بھی کیا۔اسلام تقدیر اور اسباب دونوں کا داعی ہے، صرف تقدیر پر تکیہ کرنا یا اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھنا اسلامی منشا کے خلاف ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی حکمت و تدبر کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ نے قتل وغارت گری کے بجائے وطن کو چھوڑنا پسند کیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام امن و شانتی کا مذہب ہے، اسلام پر دہشت گردی کا الزام عائد کرنا سراسر ناانصافی اور اسلامی تعلیمات سے عدم و اقفیت کا نتیجہ ہے۔جو لوگ اسلامی لبادہ اوڑھ کر دہشت پھیلاتے ہیں ان کا درحقیقت اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔اگر سنت مصطفی پر عمل کیا جائے تو آج بھی دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔شہادت امام حسین کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میدان کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عزیمت پر عمل کر کے اسلام کا تحفظ کیا۔ادارہ کے ارباب حل و عقد کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے مولانا انوار بغدادی نے کہا کہ فکر و تدبر اور صبر سے کام لیا جائے تو کامیابی ضرور ملتی ہے، ادارہ بڑی مشقتوں کے بعد اس مقام پر پہنچا ہے، اس لیے اس کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور مستقبل کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔مولانا محمد عرفان قادری نے تعارفی خطاب میں کہا کہ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن محض ایک ادارہ نہیں بلکہ یہ ایک مکمل تحریک ہے۔۲۳؍سال کی مدت میں ادارہ نے تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہب و مسلک کے فروغ میں بھی نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ادارہ مسلسل ترقی کی جانب رواں دواں ہے۔

قبل ازیں قاری تہذیب رضا نے نعت ومنقبت پیش کی۔ سرپرستی ادارہ کے سربراہ قاری ذاکری علی قادری اور صدارت حاجی محمد افتخار حسین برکاتی منیجر مدرسہ ہذا نے کی۔صلوٰۃ وسلام اور قل شریف کے بعد قاری ذاکر علی قادری کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

از: قاری فیض محمد قادری، مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، لکھنؤ

جلسۂ دستار فضیلت و عرس مفتی اعظم راجستھان

حضرت الحاج شاہ معین الدین اشرفی کو خلافت سے سرفراز کیا گیا

۱۶؍ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۲۰۱۴ء بروز یک شنبہ بعد نماز فجر تا قبل ظہر صوبۂ راجستھان کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور کے زیر اہتمام چوکھا شریف میں جلسۂ دستار فضیلت و عرس حضور مفتی اعظم راجستھان کا پروگرام نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا۔جس کی صدارت جانشین حضور مفتی اعظم راجستھان مفتی شیر محمد خان رضوی نے فرمائی۔ جب کہ فرائض نظامت راقم الحروف محمد مسیح الزماں قادری نے انجام دیے۔مہمان خصوصی کے طور پر نبیرۂ حضور محدث اعظم ہند سید محمد نورانی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مدعو تھے۔بعد نماز فجر حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔صبح ۷ ؍بج کر ۴۵ منٹ پر گل پوشی ، ردا پوشی اور فاتحہ خوانی ہوئی جب کہ ۸؍بجے صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا کی گئی۔ تلاوت کلام اللہ سے تقریب سعید کا آغاز ہوا۔ اہل عقیدت و محبت حمد، نعت اور منقبت کے اشعار پیش کرتے رہے۔اس کے بعد جامعہ اسحاقیہ کے طلبہ نے اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں تقاریر و مکالمات پیش کیے پھر فاضل اسحاقیہ حضرت مولانا حافظ و قاری اللہ بخش اشرفی اور مولانا فضل حق قادری نے حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی ملی و دینی، تدریسی و تعلیمی، سیاسی و سماجی، تبلیغی و رفاہی خدمات جلیلہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔مستقبل قریب و بعید میں آنے والا مورخ جب صوبۂ راجستھان

کی تاریخ مرتب کرے گا تو اس وقت تک اس کی تاریخ مکمل نہیں ہوگی جب تک حضور مفتیِ اعظم راجستھان کی خدمات جلیلہ کی تاریخ نہیں لکھے گا۔ اس کی بعد ہی مولانا شعیب احمد اکبری شیخ الحدیث فیض اکبری لونی نے حضور مفتیِ اعظم راجستھان کے بارے میں کہا کہ آپ کی شخصیت اذارؤا ذکر اللہ کی مصداق تھی۔ حضرت مولانا شعیب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور مفتیِ اعظم راجستھان کا عرس سراپا قدس منانے کا مقصد اصلی یہی ہے کہ حضور مفتیِ اعظم راجستھان نے جو مشن چھوڑا اس مشن پر چل کر مزید اس مشن کو فروغ و استحکام بخشنے میں مفتی شیر محمد خان رضوی کے شانہ بشانہ چل کر اس کو آگے بڑھانے کی بار آور کوشش کرتے رہیں۔ مولانا سید نورانی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی نے پر مغز خطاب فرمایا۔ اختتام خطاب کی بعد حضرت نورانی میاں نے شہزادۂ حضور مفتیِ اعظم راجستھان الحاج محمد معین الدین اشرفی سربراہ اعلیٰ دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور کو سلسلۂ اشرفیہ کی خلافت واجازت سے نوازتے ہوئے سند خلافت سے بھی سرفراز فرمایا جب کہ مفتی شیر محمد خان رضوی نے خلافت واجازت کا تاج زریں حاجی معین الدین کے سر پر رکھا۔ پھر مفتی علاء الدین نے حضور مفتیِ اعظم راجستھان کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج نظم کی شکل میں پیش کیا۔ جلسۂ دستار بندی کا روح پرور منظر نظر نواز ہوا جس میں دارالعلوم اسحاقیہ سے فارغ ہونے والے ۱۵/ علما فضلا ۸/ حفاظ اور ۲۱/ قرا کے سروں پر علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں تاج فضیلت و حفظ و قراءت رکھا گیا، اور مدرسہ فاطمہ الزہرا شاخ دارالعلوم اسحاقیہ سے فارغ ہونے والی دو بچیوں کو سند عالمیت وردائے عالمیت سے نوازا گیا اور ایک بچی کو سند تبلیغ اور ردائے تبلیغ سے نوازا گیا۔ اس طرح فارغین و فارغات کی کل تعداد ۴۷/ ہوتی ہے، جب کہ ختم بخاری شریف کا دلکش اور پر کیف منظر ۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو بعد نماز عشا منصۂ شہود پر جلوہ بار ہو کر جانشین مفتیِ اعظم راجستھان کی زبان فیض ترجمان سے اختتام پذیر ہو چکا تھا۔ طلبہ کی دستار بندی کے بعد دارالعلوم اسحاقیہ کے سربراہ اعلیٰ الحاج محمد معین الدین اشرفی نے دور دراز علاقوں سے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کر کے آئے ہوئے عقیدت کیشوں کا خیر مقدم و شکریہ ادا کیا اور جامعہ اسحاقیہ کے شیخ الحدیث مفتیِ شیر محمد خان رضوی نے ادارہ کے ارکان وانصار اور ارکان عرس کمیٹی کی تمام تر مساعی جمیلہ کو سراہتے ہوئے شکریہ ادا کرتے ہوئے ترقی درجات کی دعا کی جب کہ ان تمام تقریبات میں دارالعلوم اسحاقیہ کے تمام اساتذۂ کرام موجود رہے۔ قل، دعا و سلام پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

از: محمد مسیح الزماں قادری اشفاقی، دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور

شاہ ثقلین اکیڈمی کے زیر اہتمام ۶۲/ اجتماعی شادیاں

خانقاہ شرافتیہ بریلی شریف نے حضرت شاہ ثقلین اکیڈمی آف انڈیا کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ہے جو اطراف ہند میں مختلف طریقے سے سماجی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اسی سلسلے میں مرادآباد کے تاریخی عید گاہ میدان میں اکیڈمی کے زیر اہتمام ۱۹/ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو شاہ شرافت کانفرنس اور ۶۲/ اجتماعی نکاح منعقد ہوئے۔

کانفرنس کی سرپرستی شیخ طریقت حضرت شاہ محمد ثقلین میاں نے فرمائی، نظامت مولانا مختار احمد ثقلینی تلہری بریلی شریف نے کی۔ مولانا انوار احمد ثقلینی دول پوری کی تلاوت سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ محمد محفوظ ثقلینی مرادآباد، حسیب رونق ثقلینی بریلوی، حافظ عامل ثقلینی ککرالوی نے حمد، نعت، منقبت اور نظمیں پیش کیں۔ مولانا انوار احمد شیری نے صوفیاے کرام اور محبت کے عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا، تصوف محبت کا پیغام ہے اور یہ محبت کو کائنات کی روح مانتا ہے۔ دنیا محبت کی جگہ ہے نہ کہ نفرت کی جگہ۔ نفرت کی کوکھ سے تخریب جنم لیتی ہے جب کہ محبت تعمیر کی جنم داتا ہے۔ اگر ہم سماج کو، ملک کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو اس محبت سے رہیں جو خانقاہوں نے ہم کو سکھائی ہے۔

مولانا رفاقت علی ثقلینی نعیمی صدر تنظیم ائمہ مساجد ککرالہ نے صاحب جشن حضرت مولانا شاہ شرافت علی میاں کی حیات و خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے کہا، کہ ہم صحیح معنوں میں صوفیہ کے ماننے والے اسی وقت مانے جائیں گے جب ان کے نقش قدم پر عمل کر کے محبت سے رہیں۔ ناجائز و حرام، خرافات و بدعات سے دور رہیں۔ سنت رسول کو رواج دیں باطل کو ختم کریں۔ مولانا مفتی فہیم احمد ثقلینی ازہری پرنسپل دار العلوم فیضان شاہ ثقلین "ککرالہ نے گیارہویں صدی ہجری کے مشہور زمانہ بزرگ امام ربانی مجدد الف ثانی کی خصوصیات پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے کہا "آپ کو متشابہات قرآنی اور مقطعات قرآنی کے اسرار و رموز عطا کیے گئے۔ آپ کو صاحبان شریعت اور صاحبان طریقت کے درمیان "صلہ" بنا کر بھیجا۔ اور آپ نے علما و صوفیہ کو متحد کردیا۔"

مولانا زاہد رضا رضوی سابق وزیر حج اتراکھنڈ نے مسلکی اور مشربی منافرت پھیلانے والوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا علما،

مقررین، خطبا خالص اصلاح عقائد اور اصلاح معاشرہ پر خطاب کریں۔ دین و مذہب مسلک و مشرب اور ملک و ملت کو اپنی دینی اور علمی خدمات سے مضبوط کریں۔

کانفرنس کے مہمان خصوصی خطیب الاسلام حضرت مولانا عارف اقبال مصباحی سید سراواں الہ آباد نے اجتماعی نکاح کی مناسبت سے خطبہ نکاح کا ترجمہ و تفسیر پیش کرتے ہوئے کہا" پیغمبر اسلام نے خطبہ نکاح میں جن چار آیات کو منتخب کیا اس میں نکاح کا ذکر نہیں ہے پھر ان آیات کو کیوں متعیّن کیا گیا؟ مزید کہا ان آیات میں تقویٰ و طہارت اور خشیت الٰہی کا ذکر ہے۔ بندہ خدا سے ڈرے تو ازدواجی زندگی چین و سکون سے گزر سکتی ہے۔ اور اگر بندہ خدا سے نہ ڈرے تو اس کی زندگی چین و سکون سے نہیں گزر سکتی۔ اگر نبی کی ایک سنت ادا کرنے کے لیے ہزاروں بدعات و خرافات کا سہارا لینا پڑے تو ایسی سنت ادا کرنے سے کیا فائدہ؟ آج ہم شادی بیاہ میں رشتہ ہونے سے لے کر رخصتی کے بعد تک ایک سنت ادا کرنے کے بہانے ہزاروں غیر اسلامی کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں ہمیں ان سب سے دور رہنا چاہیے۔ اب تک تقریباً ۱۵۰۰ر ضرورت مندوں کی شادیاں اطراف ہند میں اکیڈمی کے زیر اہتمام ہو چکی ہیں، اس کے علاوہ اکیڈمی کی دیگر خدمات کا میدان بہت وسیع ہے۔ از: آفتاب ثقلینی، ناظم نشر و اشاعت
حضرت شاہ ثقلین اکیڈمی آف انڈیا، خانقاہ شراقتیہ، بریلی شریف

علی نگر مبارک پور قادری جامع مسجد میں ذکر شہدائے کربلا

تاریخ کربلا اپنے دامن میں جگر گوشۂ رسول امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی دردناک یادیں سمیٹے ہوئے ہے اسی سرزمین پر اہل بیت اطہار اور ان کے شیدائیوں نے یزید پلید کے خلاف اعلان حق فرمایا تھا، ۸۲ر افراد پر مشتمل یہ چھوٹا سا قافلہ جس نے ۲۲ر ہزار کے لشکر کے سامنے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا اسے دنیا کا مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ واقعۂ کربلا صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک پیغام فکر و عمل ہے۔ یزید پلید اور قاتلان اہل بیت کرام تو ہمیشہ کے لیے مر گئے اب دنیا کا کوئی مسلمان اپنے بچوں کا نام یزید نہیں رکھتا مگر افسوس یزیدیت آج بھی موجود ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ جب جب یزیدیت اپنے نت نئے طریقوں سے سر اٹھائی ہے حسینیت کا کردار بھی اس کو وہیں فنا اور نیست و نابود کرنے کے لیے آگے آجاتا ہے

ان خیالات کا اظہار مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے محلہ علی نگر مبارک پور قادری جامع مسجد میں منعقدہ " ذکر شہدائے کربلا " کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مولانا موصوف نے اپنے خطاب میں عصر حاضر کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید کہا کہ آج نہ صرف خاک ہند میں بلکہ پورے عالم اسلام میں یزیدیت آگے بڑھ رہی ہے، ہندوستانی نوجوان مسلمانوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے، جگہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات کیے اور کرائے جا رہے ہیں، مسلمانوں کی دوکانوں اور مکانوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے، تعلیم و سیاست اور قیادت و صحافت کے میدانوں میں انھیں مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے، اسی طرح حکومت ہند کا کردار مدارس اور مساجد کے ساتھ بھی افسوس ناک ہے۔ مسئلہ صرف ہندوستان کا نہیں بلکہ فلسطین اور اسرائیل کے درمیان معرکوں میں مسلمانوں کا جو ناحق خون بہایا جا رہا ہے، عراق اور افغانستان وغیرہ ممالک میں جس بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے یہ مغربی ممالک کی ایک سازش ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کا قاتل اور دشمن بنا دیتی ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دشمنوں کی سازشوں کو سمجھیں اور اس قسم کی غلط حرکتوں سے باز رہیں، ضرورت ہے کہ نوجوان مسلمان حسینی کردار سے دنیا بھر میں پھیلنے والی یزیدیت کا قلع قمع کر دیں۔

مولانا ممتاز احمد اشرف القادری نے اپنے خطاب میں تاریخ کربلا کی روشنی میں مسلمانوں کو صلاح و فلاح کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کی خاک پر آخری سجدہ کر کے ہمیں یہ پیغام عبادت دیا ہے کہ نماز بہر صورت فرض ہے اس کی پابندی ہر مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر فرض ہے مگر افسوس عہد حاضر کے مسلمان زندگی کے معمولات میں کتاب و سنت پر عمل کرنے سے قاصر نظر آ رہے ہیں۔ واضح ہے کہ مولانا موصوف برسوں سے انگلینڈ میں قیام پذیر ہو کر وہاں بھی دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے ہوا بعدہ نعت و منقبت خوانی کر کے شہیدان کربلا کو خراج پیش کیا گیا۔

پروگرام کی صدارت شیخ کبیر مولانا ممتاز احمد اشرف القادری اور نظامت مولانا محبوب عزیزی نے کی۔

اس موقع پر قادری جامع مسجد کے متولی الحاج شکیل احمد، خازن الحاج حبیب الرحمن، حاجی فیضان احمد، محمد عثمان، ارشاد احمد اور فیضان احمد وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں شیدائیانِ شہدائے کربلا موجود تھے۔ از: محمد رحمت اللہ مصباحی

فاروقیہ بک ڈپو کا قابل قدر کارنامہ

علمائے اہلسنت کی تحقیق، تدوین، ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب عرس رضوی کے حسین موقعہ پر منظر عام پر

تفسیر احکام القرآن کامل 6 جلدیں
مفسر قرآن: علامہ محمد جلال الدین قادری — قیمت: 3500

آیات احکام کا مفصل لغوی وتفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔

مصباحین شرح جلالین کامل 7 جلدیں
مترجم وشارح: علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی — قیمت: 4500

داخل نصاب تفسیر کی مستند کتاب جلالین شریف کا متن قرآن کریم۔ ترجمہ کنزالایمان کے ساتھ تفسیر کا بامحاورہ ترجمہ واس کی مکمل شرح قرآن کریم، احادیث صحابہ وتابعین کے اقوال سے مزین کیا گیا ہے۔ آیت سے متعلق تمام احکام وقضایا اور کتاب وسنت سے ان کے دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ فقہی مسالک کے اقوال مع ادلہ وترجیح کا بھی اہتمام ہے۔ اس عظیم خدمت کو اردو قالب میں ڈھالنے کا کام برصغیر کے مایہ ناز ومعروف عالم دین علامہ محمد لیاقت علی رضوی نے انجام دیا ہے۔

صحیح بخاری شریف کامل 8 جلدیں
محقق ومترجم: علامہ ابوالعلائی محمد محی الدین جہانگیر — قیمت: 5000

احادیث نبویہ کی سب سے مستند کتاب کا عام فہم، آسان، سلیس بامحاورہ ترجمہ وامام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات علی البخاری کا ترجمہ وضاحتی الفاظ کے ہمراہ صحیح بخاری میں موجود آیات والفاظ قرآنی، صحابہ کرام کے آثار، تابعین وآئمہ محدثین کے اقوال، امام بخاری کی فقہی وتحقیقی آراء، جملہ افراد، اشخاص، قبائل، بلاد واماکن دیگر کی مفصل فہرست پہلی مرتبہ منصۂ شہود پر۔ ایک ایسا کارنامہ جس کی عربی، فارسی، اردو میں کہیں بھی کوئی بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

فضائل النبی علیہ السلام 6 جلدیں
مصنف: علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ — قیمت: 2200

علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب جواھر البحار فی فضائل النبی المختار کا اردو میں سلیس وبامحاورہ ترجمہ جسمیں اصل عربی کی روح شامل ہے قاری کے ذہن میں عشق رسول کا سمندر موجیں مارنے لگتا ہے۔

رسائل رضویہ 17 جلدیں
مصنف: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ — قیمت: 2850

مختلف مسائل پر مشتمل امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ایک عظیم شاہ کار رسائل رضویہ ۱۷ جلدیں

شرح مسند امام اعظم
مترجم وشارح: علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی — Size: 20x30x8 Pages: 928

مسند امام اعظم کی دینی کتب میں جو اہمیت ہے اس سے ہر اہل علم واقف ہے اس میں امام اعظم کی فقاہت، ثقاہت فوقیت اور اہمیت کے اظہار کے لئے ماخذ ومرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تخریج فاضل مترجم کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

سعید الحق شرح جاء الحق فی رد المعترضین
تخریج وشارح: علامہ سعید اللہ خان قادری — Size: 20x30x8 Pages: 1014

عقائد اہلسنت وجماعت پر مشتمل کتاب جاء الحق کی شرح وتخریج اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات

جامع قصص الانبیاء
مصنف: علامہ ذوالفقار علی ساقی — Size: 20x30x8 Pages: 936

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ پر ابھی تک کوئی مستند وجامع کتاب مارکیٹ میں نہیں تھی۔ پہلی بار ہندوستان میں جامع قصص الانبیاء مستند تفاسیر، مشہور احادیث وعلماء اعلام کی کتب کے حوالوں سے مزین

نیز ہماری جلد منظر عام پر آنے والی کتب:
شرح تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل 3 جلدیں،
سنن نسائی شریف 3 جلدیں، اسرار خطابت 8 حصہ کامل 4 جلدیں، مقالات امینیہ مکمل

FAROOQIA BOOK DEPOT 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi - 110006
Ph.: (011) 23266053, 23267199, Email : farooqiabookdepot@gmail.com